۲۵/۳۹

دار العلوم دیوبند کا دفاع عن الدین

دار العلوم کی جماعت اپنے مسلک کی ہمہ گیری کی وجہ سے ہر فتنہ کی مدافعت کیلئے سینہ سپر رہی خواہ وہ فتنہ نقل و روایت کی راہوں سے آیا یا عقلیت پسندی کی بنیادوں سے اٹھا ـــ اس جماعت نے ہر دور میں اعلاء کلمۃ اللہ اور امر بالمعروف کا فرض ادا کیا اور اسی اسلوب و اسی رنگ میں جس رنگ ڈھنگ میں کسی دینی فتنہ نے سر اٹھایا۔ متصوفین بے تصوف کی جانب سے بدعات، محدثات اور شرکیہ حرکات کا فتنہ روایتی انداز میں ابھرا تو اس نے روایتی ہی طور پر مقابلہ کیا اور فتنہ کی بے سر و پا اور بے سند روایتوں کی قلعی کھول کر شریعت و طریقت کی مستند نقول سے اس کا استیصال کیا اور مقابلہ میں نقل و روایات کا ایک بڑا ذخیرہ پیش کر دیا۔ مدعیانِ عقل و اجتہاد کی طرف سے آزادیٔ فکر، عدم اتباع سلف اور نیچریت کا فتنہ عقل محض کا سہارا لے کر دین میں داخل ہونے لگا تو اس نے عقلی دلائل پیش کر کے کامیاب مدافعت کی اور جس کے لیے حضرت بانیٔ دار العلوم قدس سرہٗ نے ایک مستقل حکمت ہی مدوّن فرما دی۔ جس کے سامنے فلسفہ کسی بھی روپ میں آیا تو اس نے فلسفہ کے اندازِ فکر کو پہچان کر اس کے راستے روک دیئے۔

غرض ـــ بدعت پسندی، ہوا پرستی، دہریت نوازی، بے قیدی، مطلق العنانی اور آزادیٔ افکار کی جڑیں دار العلوم نے کھوکھلی کر کے عقل و نقل، روایت و درایت اور حکمت و دین کی جڑیں مضبوط کر دیں۔

(تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۴)

28-3-80

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي بَيْتِي فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَجُرُّ ثَوْبَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے مکان میں تشریف فرما تھے۔ آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے تشریف لے گئے آپ نے انہیں گلے لگایا اور پیار کیا۔

اسلام دین کامل و جامع ہے۔ اس نے ہر معاملہ میں رہنمائی کی ــــ اس حدیث سے ملاقات کے سلسلہ میں رہنمائی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور ابتدائی دور کے مسلمان تھے۔ آپ کو ان سے بے پناہ تعلق خاطر تھا۔ وہ غالباً کسی بیرونی سفر سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے ہوں گے اور آتے ہی سب سے پہلے آپ سے ملنے کو گئے تو آپ فرط محبت سے اپنی چادر کھینچتے باہر تشریف لائے اور ملے اور پیار فرمایا۔ یہ معاملہ ان سے ہی نہ تھا سب سے تھا اور سبھی آپ کو انتہائی محبوب تھے۔

بہرحال مقصد یہ ہے کہ باہمی میل ملاقات، ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرنا، سلام پہنچانا، وغیرہ معاشرتی آداب میں شامل ہیں۔ اور اسلام نے اس سیلاب جو رہنمائی کی اس میں شفقت و محبت اور باہمی احترام کا برابر لحاظ رکھا۔ ایک جامع لفظ ملاقات کے وقت "السلام علیکم" تجویز کیا جو زمان و مکان سے بالاتر ہیں بخلاف دوسرے مذاہب وغیرہ کے کہ ان میں مختلف اوقات کے لیے مختلف الفاظ اور کسی میں بھی وہ شفقت و احترام والی بات نہیں۔

قرآن نے باہمی سلام کا حکم دیا (سورۂ نساء آیت ۸۶) مکان پر جانے والے کو صاحب خانہ سے اجازت لے کر اور سب سے پہلے سلام کہہ کر داخل مکان ہونے کا حکم دیا۔ (سورہ نور آیت ۶۱) اور یہ حکم خود گھر والوں کے لیے بھی ہے حتیٰ کہ خاوند آئے تو ذرا مطلع کرکے اندر آئے اور اسلام کہے اگرچہ اندر اس کی صرف بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ انبیاء اور ملائکہ کا باہمی ملاقات میں یہی طریقہ تھا (سورۂ ذاریات آیت ۲۴) اور حضور علیہ السلام نے ہر کسی سے سلام کو بہترین اسلام قرار دیا۔ اگرچہ اگلے سے پہچان ہو یا نہ ہو (بخاری ومسلم) اسی طرح آپ نے اس شخص کو اچھا مسلمان بتلایا جو سلام میں ابتدا کرے۔ ملاقات کے دوران سلام کے جواب میں بہتر کلمات کہنے چاہئیں۔ مثلاً السلام علیکم کے جواب میں و رحمۃ اللہ کا اضافہ کر دے۔ اور اگر وہ "ورحمۃ اللہ" کہے تو جواب میں "وبرکاتہ" کا اضافہ کر دے۔ آپ نے سوار کو حکم دیا کہ پیدل کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھنے والے کو کرے، تھوڑے افراد زیادہ

(باقی [illegible] پر)

جلد ۲۵ ❖ شمارہ ۳۹

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ ❖ ۲۸ مارچ ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم :- میاں محمد اجمل قادری

مدیر :- محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل	سالانہ -/۶۰ روپے ❖ ششماہی -/۳۰ روپے
اشتراک	سہ ماہی ۱۵ روپے ، فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

لوٹ اے گردشِ ایام پیچھے کی طرف

یہ سطور جب آپ کے سامنے آئیں گی تو پوری قوم ۲۳ر مارچ کا دن بڑے اہتمام سے منا چکی ہو گی۔ قوموں کی زندگی میں بعض ایّام کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور ان ایّام میں لوگوں کے جوش و خروش، جذباتِ ملّی و قومی وغیرہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی قوم اپنی روایات کے اعتبار سے کس سٹیج پر ہے۔ مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے دو عیدوں کے ایّام کو ملّتِ اسلامیہ کے لیے ملّی تہوار قرار دیا اور دَورِ جاہلیت میں لوگ جو مختلف ایّام مناتے تھے انہیں ان کا بدل قرار دیا۔ یہ دو ایّام جس انداز سے منائے جاتے تھے اس کا ذکر ہمارے حسین ماضی کے تذکروں میں موجود ہے۔ مسلمان قوم کی اجتماعیت کا بھرپور مظاہرہ ان ایّام میں ہوتا تھا۔ لوگ عام حالات کے مقابلہ میں ان دنوں میں ایک دوسرے کی زیادہ غمخواری کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوتے تھے گویا مسلمان کی عید اقبال کے الفاظ میں شکوہِ ملک و دین ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب جو حالات ہیں ان میں ایک رسم تو باقی رہ گئی اور ہجومِ مومنین کی بات تو ہے لیکن وہ روح معدوم ہے۔ اب ان مقدّس تہواروں میں اجتماعیت جتنی متاثر ہوتی ہے اس سے ہر کوئی واقف ہے اور ہر کوئی اپنی ڈیڑھ دو اینٹ کی مسجد پہ ناز کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ بہت کم افراد اللہ کی عبادت و بندگی کا اہتمام کرتے ہیں اور جو کسی ظاہرداری کے لیے ایسا کرتے بھی ہیں تو اس سے فارغ ہوتے ہی ان کی اکثریت ایسے مقامات و محافل کا رُخ کرتی ہیں کہ توبہ بھلی! اور اب تو

ختم ہونے لگا ہے کہ اس امام الانبیاء و خاتم المعصومین کی ہدایات و تعلیمات سے آگے بڑھ کر نئے نئے ایام مسرت و خوشی منائے جانے لگے ہیں۔ اس صورتِ حال نے ملّی وحدت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا اور قوم ٹکڑیوں میں بٹ کر رہ گئی۔

۲۳ مارچ کا دن ہماری قومی تاریخ کا بڑا اہم دن تھا اور ہے۔ قوم کے جذباتِ ملّی اس تاریخ سے وابستہ تھے اور ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ دوسری بے مقصد تقریبات کی طرح یہ دن بھی بیان بازی اور ہنگامہ آرائی کی نذر ہو کر رہ گیا ہے۔ کسی بھی قوم کی کامیابی کا انحصار ایمان صحیح اور اعمال صالحہ پر ہے محض بیان بازی کامیابی و عروج کا باعث نہیں بن سکتی۔

محمدؐ عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ نے اپنے رفقاء اور صحابہؓ کی جس انداز سے تربیت فرمائی اس کی وجہ سے عمل و کردار ان کی زندگی میں رچ بس گئے اور وہ حضرات صرف قول کے نہیں عمل کے دھنی بن گئے۔ لیکن ہم باتوں کے دھنی ضرور ہیں عمل ہمارا صفر ہے۔ اگر ہمارا عقیدہ و ایمان درست ہوتا، ہماری عملی حالت صحیح ہوتی اور ہمارا قومی و ملّی کردار تعلیماتِ اسلام کا مظہر ہوتا تو آج اقوامِ عالم میں ہماری حیثیت ایک قائد کی ہوتی لیکن آج ہم جو چوتھی صف میں گھسٹ گھسٹ کر زندگی کے ایام بسر کر رہے ہیں اور اپنا بے پناہ نقصان کر چکے ہیں تو اس کی وجہ محض اور محض وہی ہے۔ جس کا اوپر اظہار کیا گیا کہ قول تو ہے عمل نہیں۔

ہمارے اسلاف کی تابناک زندگیاں کچھ ایسی تھیں کہ وہ اپنے عمل سے دنیا کو جیتتے تھے۔ طویل غلامی کی کالی رات سے جو ہمیں چھٹکارا نصیب ہوا تو وہ کسی دانشور کی مجلس مشاورت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ یہ ان ہزاروں علماء و صلحاء، تاجر، مزدور، کسان اور خواتین کی قربانیوں کا تھا، جن میں سے اکثر کے تو نام تک تاریخ کے صفحات میں محفوظ نہیں لیکن بلانوشانِ محبت آزادی کی بھینٹ چڑھ گئے اپنے اللہ سے جو عہد کیا اسے پورا کر دکھایا اور دنیا میں ایک ایسی قوم سے ٹکر لے کر آزادی حاصل کر لی۔ جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس کی حدود مملکت میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ لیکن ہم ایسے ہیں کہ ہم سے اس آزادی کی حفاظت تک نہ ہو سکی اور ہم مختلف حصّوں میں بٹ کر رہ گئے۔ اور اب بھی ہماری کیفیت قرآن کے الفاظ میں یہ ہے کہ بظاہر تو جڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لیکن فی الحقیقت دلوں میں شدید قسم کا بُعد اور منافرت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بدعہدی اور قوم کی قربانیوں کا یہ مذاق کسی سنگین المیہ سے ہمیں دوچار کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔

اس لیے ہم دکھی دل کے ساتھ اہل وطن سے درخواست کریں گے کہ انہوں نے ۲۳ مارچ منا تو لیا اب اس کے عملی تقاضوں کی بھی فکر کریں اور جو عملی تقاضے ہیں ان پر گفتگو کی اس لیے ضرورت نہیں کہ ہر کوئی جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور وطن عزیز کو اسلام کی عظمت کا گہوارہ بنائے۔

علوی

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

انسانی پیشانی کا جھومر
اللہ کا سجدہ

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکا

بعد الحمد والصلوٰۃ :

محترم حضرات! اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مختلف انداز سے یہ بات بار بار دہرائی کہ اس کائنات کے اندر جو نعمیں اور آسائشیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان کا مقصد انسانی زندگی کی ضروریات کا تحفظ اور انہیں فراہم کرنا ہے۔ سورۂ بقرہ کے تیسرے رکوع کے آخر میں فرمایا کہ "اللہ کی ذات وہی ہے جس نے زمین کی تمام موجودات کو تمہاری خاطر پیدا کیا" اسی طرح سورۂ نحل میں ہے "کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لیے مطیع و مسخر کر دیا گیا ہے"

انسان ذرا سوچے تو اسے اندازہ ہوگا کہ اس کے مالک نے اس کی جسمانی ضرورتوں کی خاطر کیا کیا انتظام کئے ہیں۔ تجارت و زراعت کی تمام مشکلیں، معدنیات پھر بارشیں ہوتی ہیں۔ تو اس کی ضرورتوں کی تکمیل کی خاطر، سورج کی تمازت اور چاند کی روشنی، دریاؤں کا وسیع و لامتناہی سلسلہ، پہاڑوں پر برفباری اور پھر اس کا پگھلنا۔ آپ جتنا آگے بڑھتے جائیں گے قدرت کی صناعی و کاریگری الم نشرح ہوتی جائے گی۔ اور اس کا مقصد صرف میری، آپ کی ضروریات کا پورا کرنا ہوگا۔ انسانی جسم جو کل منوں مٹی تلے دبا دیا جائے گا اس کی خاطر جب اتنے اہتمام کئے گئے ہیں تو انسانی روح جسے جسم کے مقابلہ میں کہیں زیادہ اہمیت ہے اس کے لیے کوئی انتظام نہیں ہوگا ——— یہ ایسی بات ہے جو کسی طرح بھی دل کو نہیں لگتی۔ روح کو عوارض و پریشانیوں سے بچانے اور اس کی بالیدگی و تر و تازگی اور نشو و نما کی خاطر مالک الملک نے آسمانی نوشتے دنیا میں بھیجے جن کی آخری کڑی قرآنِ عزیز ہے۔ قرآن نے بڑی صفائی کے ساتھ بتلایا کہ جن و انس کا مقصدِ تخلیق اللہ کی عبادت و بندگی ہے۔ جو انسان اس مقصد کو سمجھ اور جان لیتا ہے اس کی روح مختلف النوع عوارضات سے محفوظ رہتی ہے اور اسے تازگی و شادابی نصیب ہوتی ہے۔ عبادت و بندگی کا سلسلہ اتنا پھیلا ہوا ہے کہ انسان ذرا سوچے تو اپنی حیاتِ مستعار کے ایک ایک لمحے کو عبادت کا رنگ دے سکتا ہے۔ کھانا، پینا، پہننا، سونا، چلنا پھرنا سب انسانی ضروریات ہیں اور کوئی انسان ان سے خالی نہیں۔ لیکن اگر ان چیزوں کے اہتمام میں آسمانی تعلیم کا پاس و لحاظ ہو تو یہ کام جو بظاہر دنیوی ہیں اللہ کی رضا کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ لیکن وائے ناکامی کہ ان "دنیوی اعمال" کو دینی اعمال تو کون بناتا آج ہم نے خالص "دینی اعمال" کو بھی غارت کر دیا۔

اللہ کا سجدہ جو پیشانی

دار العلوم دیوبند کے جشنِ صد سالہ کی مناسبت سے

اے زمینِ دیوبند

جانباز مرزا

اے زمینِ دیوبند! اے اولیاؤں کے دیار
تیرے ایماں میں حرارت، علم ہے تیرا سنگھار

اے کہ درویشوں کے مسکن! اے فقیروں کے دیار
تیرے دروازے پہ سجدہ ریز ٹھہرے تاجدار

یہ سعادت اور یہ جرأت تری مٹی میں ہے
دی اذانیں کفر میں، گو سامنے تھے رسن و دار

تیری جرأت، تیرے ایماں اور تیری للکار سے
ہند میں بدلے گئے افرنگ کے لیل و نہار

اللہ اللہ اے زمینِ قدسیاں تیرا مقام
مالٹا کی خاک تک پہنچی کبھی تیری پکار

تجھ کو فطرت سے ملی علم و عمل کی زندگی
عالمِ انساں میں ہے تیرا وجود اک شاہکار

تیری عظمت ہے مسلّم اے زمینِ دیوبند!
شاہراہِ قدسیوں میں ہو چکا تیرا شمار

روشنی تیرے عمل کی اس قدر معروف ہے
آندھیاں باطل کی ڈھا سکتی نہیں تیرا منار

اس سے بڑھ کر اور کیا تجھ کو سعادت ہو نصیب
تیرے دامن میں ہیں اب تک پاک لوگوں کے مزار

تیرے پہلو میں خزینہ ہے علومِ دین کا
ہے اسی نسبت سے ابھی تک تیری مٹی میں بہار

خون سے جانباز کے شمع تیری روشن رہے
تیرا حامی تیرا ناصر حشر تک پروردگار!

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

حقیقی عزّت کے مستحق اہلِ علم ہی ہیں

○ جانشین شیخ التفسیر حضرة مولانا عبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

بعد الحمد والصلوٰۃ :۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (المجادلہ)

محترم حضرات اور معزز خواتین! سورہ مجادلہ کی آیت ۱۱ کا ایک ٹکڑا جو تلاوت کیا گیا ہے، اس کا ترجمہ ہے :۔

"اللہ بلند کرے گا ان کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم ان کے درجے اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو" (حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ)

پس منظر

آیت کریمہ کے ابتدائی حصّہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آداب مجلس کی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے کہ مجلس میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب اور طریقے کیا ہونے چاہئیں۔ ایک بات تو یہ فرمائی کہ جب کوئی کھل کر بیٹھنے کا کہے تو کھل کر بیٹھ جانا چاہیے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں کشادگی نصیب فرمائیں گے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ کسی ضرورت و مصلحت کے پیشِ نظر اگر کوئی تم سے کسی مجلس سے اٹھ کر جانے کو کہے تو اس کو بھی مان لینا چاہیے، اس کے بعد وہ حصّہ ہے جس کی تلاوت کی گئی اور ترجمہ عرض کیا گیا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی الہامی تفسیر میں اس آیت کے متعلق رقمطراز ہیں :۔

"یہ آداب ہیں مجلس کے، کوئی آئے اور جگہ نہ پائے تو چاہیے سب تھوڑا تھوڑا ہٹیں تاکہ مکان حلقہ کا کشادہ ہو جائے یا (اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوں اور) پرے ہٹ کر حلقہ کر لیں۔ (یا بالکل چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جائیں) اتنی حرکت میں غرور (یا بخل) نہ کریں، خوئے نیک پر اللہ مہربان ہے اور خوئے بد سے بیزار۔"

اور حضرت العلام الشیخ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ فرماتے ہیں :

"حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ کی مجلس میں ہر شخص آپ کا قرب چاہتا تھا جس سے کبھی مجلس میں تنگی پیش آتی تھی۔ حتیٰ کہ بعض مرتبہ اکابر صحابہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے قریب جگہ نہ ملتی۔ اس لیے یہ احکام دئیے گئے تاکہ ہر ایک کو درجہ بدرجہ استفادہ کا موقعہ ملے اور نظم و ضبط قائم رہے۔ اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہیے۔ اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں سکھلاتا بلکہ انتہائی نظم و شائستگی

سکھلاتا ہے۔"

متعلقہ حصہ آیت

پر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح لکھتے ہیں :۔

"یعنی سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کے درجے زیادہ بلند کرتا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ (جو اللہ کے لیے تواضع اور عاجزی کا مظاہرہ کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو بزرگی و رفعت عطا فرماتے ہیں) یہ متکبر، بددین یا جاہل گنوار کا کام ہے کہ اتنی سی بات پر لڑے کہ مجھے یہاں سے کیوں اٹھا دیا اور وہاں کیوں بٹھا دیا۔ یا مجلس سے اٹھ جانے کو کیوں کہا۔ افسوس کہ آج بہت سے بزرگ اور عالم کہلانے والے اسی خیالی اعزاز کے سلسلہ میں غیر مختتم جنگ آزمائی اور مورچہ بندی شروع کر دیتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (۵۔ ۷)

اہلِ علم۔ قرآن و حدیث کی نظر میں

علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

اور جب اللہ نے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنی اسی صفت کا پرتو ان پر ڈالا اور اپنے فضل حقیقی سے حضرت انسان کو علم سے معمور فرمایا۔ یہی بات حضرت انسان کے عزت و بزرگی کا باعث بنا۔ پھر قرآن مجید میں اس سے متعلق بڑا مواد موجود ہے۔ ایک آیت، اس کا ترجمہ اور تشریح تو آپ نے ملاحظ فرما ہی لی۔ سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ نے سوالیہ انداز میں فرمایا کہ کیا اہلِ علم اور جاہل برابر ہوتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کا واضح جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں۔ اور سورۂ فاطر میں ہے کہ اللہ تعالےٰ سے حقیقی معنوں میں جو ڈرتے ہیں وہ اہلِ علم و صلاح ہیں (اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل علم کو غیر اہلِ علم پر وہ فضیلت حاصل ہے جو مجھے ایک امتی پر حاصل ہے۔

اسی طرح آپؐ کے اور بھی متعدد ارشادات ہیں جن میں علم اور اہلِ علم کی فضیلت کا بار بار ذکر ہے اور ان کے علوئے مراتب کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

اس کی وجہ

علم اور اہلِ علم کی فضیلت کے اسباب بالکل واضح ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا معرفت شناس ہوتا ہے اس کے رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف راسخ ہوتا ہے اور وہ ہر آن اور ہر لمحہ اپنے مالک حقیقی سے ڈرتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ تواضع و عاجزی اور مسکنت کا مظاہرہ کرتا ہے اس کے ذہن میں کسی قسم کی خو بو اور تعلی اور غرور کا شائبہ نہیں ہوتا۔ سچا اور صحیح علم اس کی مثال یوں ہی ہے۔ ع

نہد شاخ پُرمیوہ بر سر زمیں

جتنی عظمت و فضیلت حاصل ہوتی جاتی ہے اتنی ہی مسکنت اور عاجزی آدمی میں پیدا ہوجاتی ہے اور جہاں تک جہالت کا تعلق ہے یا وہ علم جس کی پشت پر خلوص و دیانت نہ ہو جس سے مقصد دنیا میں شہرت و ناموری ہو وہ علم جہاں قیامت میں رسوائی اور ذلت کا باعث بنے گا وہاں اس دنیا میں بھی اس سے نقصان ہی نقصان ہوگا

اہلِ علم کی شرافت و بزرگی

تاریخ کے صفحات میں اہلِ علم کی شرافت و بزرگی کے اَن گنت واقعات موجود ہیں۔ بڑے بڑے حکمرانوں نے ان کے آستانۂ علم پر حاضری کو اپنی سعادت سمجھا۔ ہارون الرشید مرحوم جیسے حکمران حضرت امام مالک قدس سرہٗ و رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلسِ علم میں حاضری دیتے اور درسِ حدیث سماعت فرماتے، غازی اورنگ زیب عالمگیر مرحوم ملّا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ کے باقاعدہ شاگرد تھے۔

یہی حال ہماری پوری تاریخ کا ہے لیکن ان تمامتر چیزوں کے باوجود ان حضرات کی طبیعتوں میں کبھی غرور و نخوت نہیں آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنکے کو ہاتھ میں پکڑ کر فرماتے کہ کاش میں تنکا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم المرتبت انسان باغ میں بیٹھی چڑیا کو دیکھ کر رشک کرتے کہ کاش میں چڑیا ہوتا کہ جس سے حساب نہ ہوتا۔ حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ اپنی تمامتر عظمت کے باوجود فرماتے :-

"کہ معرفت حق برآں کس حرام است کہ خود را از کافر فرنگ بہتر می گرداند۔"

"کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو فرنگی کافر سے بہتر جانتا ہے۔"

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مدار تو خاتمہ پر ہے۔ آج ہی آدمی اکڑتا پھرے تو فائدہ کیا ہوگا ؟"

برِصغیر میں دبستانِ علمی !

برصغیر کے دبستانِ علمی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور پھر اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کو دیکھیں ان اکابر نے علم کی دنیا میں بے پناہ خدمات سرانجام دیں لیکن کسی قسم کا نخوت و غرور ان میں پیدا نہیں ہوا، ان کی زندگیاں سراپا مسکنت و تواضع تھیں ان کے پیشِ نظر دین اسلام تھا اور بس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کو جو عروج و ترقی اور شرف و کمال نصیب فرمایا وہ انہی کا حصّہ ہے۔ آج ان کے خدام و متوسلین دنیا کے چپہ چپہ میں پھیلے ہوئے دینی اور دینی اقدار کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

اس دارالعلوم کا صد سالہ جشن آنے والے جمعہ کو دیوبند میں شروع ہو رہا ہے جس میں دُنیا بھر کے اہلِ علم و فضل جمع ہو رہے ہیں اور ہزاروں لاکھوں عقیدت مند پہنچ رہے ہیں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی سچائی ہے جس کا ذکر شروع میں ہوا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ علم کے درجات بلند فرماتے ہیں اور انہیں ترقیوں سے نوازتے ہیں۔

ان اکابر کی مخالفت میں کیا کیا طوفان اٹھے اور اُٹھ رہے ہیں۔ لیکن بقول اکبرؒ ؎

مرا نقشِ ہستی نہیں مٹنے والا
بتوں کے مٹائے یہ مٹتا نہیں ہے
اسے بیٹھے ہیں یہ مٹ جائیں گے خود
کہ یہ نقشِ سجدہ ہے قشقا نہیں ہے

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اسلاف کی روحوں کو طمانیت بخشے اور موجودہ حضرات کو صحت و عافیت سے سرفراز فرمائے۔ اور تمام اصاغر کو باہمی محبّت و شفقت کے جذبات سے نوازے تاکہ وہ دبستان علمی جو سو سال سے زائد عرصہ پہلے معرضِ وجود میں آیا۔ اس کی بہاریں اسی طرح قائم رہیں۔ اور یہ دنیا میں اسلام اور علم کی نشاۃ ثانیہ کا باعث ہو ——— و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

○

بادۂ شیراز در جامِ اُردو

صبا! بلطف بگو آں غزالِ رعنا را
کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادۂ ما را
چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را
شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا
تفقدّے نکند طوطئ شکرخا را
غرورِ حُسن اجازت مگر نداد اے گُل!
کہ پُرسشے نکنی عندلیبِ شیدا را
بشکر آنکہ توئی پادشاہِ کشورِ حُسن
بیاد آر غریبانِ دشت و صحرا را
بخُلق و لُطف تواں کرد صیدِ اہلِ نظر
بہ دام و دانہ نگیرند مرغِ دانا را
ندانم از چہ سبب رنگِ آشنائی نیست
سہی قدانِ سیہ چشم ماہِ سیما را
جز ایں قدر نتواں گفت در جمالِ تُو عیب
کہ خالِ مہر و وفا نیست روئے زیبا را
در آسماں چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ!
سماعِ زہرہ برقص آورد مسیحا را

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی

صبا! یہ پیار سے کہنا - غزالِ رعنا کو
میں ڈھونڈتا ہوں بیاباں میں روئے زیبا کو
تُو جب حبیب سے مل کر شراب پینے لگے
تو یاد رکھنا حریفانِ بادہ پیما کو
شکر فروش کی عمرِ دراز کے صدقے
نہ بھول جائے کہیں طوطئ شکرخا کو
غرورِ حُسن سے گُل کا جمال ارے توبہ!
کہ پوچھتا ہی نہیں عندلیبِ شیدا کو
یہ مانا بادشہِ مُلکِ حُسن تُو ہے مگر
کبھی تو پُوچھ غریبانِ دست و صحرا کو
اسیرِ لُطف و کرم ہیں جہاں میں اہلِ نظر
پکڑ نہ دام نہ دانہ سے مرغِ دانا کو
نہ جانے مہر و مروّت سے کیوں عداوت ہے
بلند قامت و محبوبِ ماہِ سیما کو
نہیں ہے حُسن کے چہرے پہ خالِ مہر و وفا
یہ عیب زیب نہیں دیتا روئے زیبا کو
فلک پہ زہرہ جو گائے تری غزل حافظ!
تو تیرے شعروں سے آ جائے وجد عیسیٰ کو

پیمانہ بردارِ میخانۂ حافظ - آزاد شیرازی

مناقب صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرسلہ : صفدر گنوری

○ جناب اثرؔ صاحب ہاپوڑی

حضرتِ صدیقِ اکبر کی اثرؔ جو بات ہے
وہ یقیناً نصِّ قرآں معنئ آیات ہے
کس قدر صدیق اکبرؓ کا ہے ایمان معتبر
اسوۂ سرکارؐ پر ان کا عمل دن رات ہے
جلوۂ صدّیق اکبرؓ کے مقابل اے اثرؔ!
آسماں کے چاند تاروں کی ضیا بھی مات ہے

○ جناب اشفاقؔ صاحب میرٹھی

ہمیں معلوم ہے وہ جا، جہاں صدّیق اکبرؓ ہیں
برستی ہے جہاں رحمت وہاں صدّیق اکبرؓ ہیں
صحابیؓ، یارِ ہجرت بھی، خسر بھی اور خلافت بھی
مقامِ ارتقاء دیکھو کہاں صدّیق اکبرؓ ہیں
منافق کس طرح جائے گا روضہ پر محمدؐ کے؟
وہاں فاروق اعظمؓ ہیں، وہاں صدّیق اکبرؓ ہیں

○ جناب اعظمیؔ صاحب رسولپوری

وصیٔ سرورِ کون و مکاں صدّیق اکبرؓ ہیں
حریمِ حق میں عظمت کی اذاں صدّیقِ اکبرؓ ہیں
خزاں کا کوئی جھونکا جس جگہ آ ہی نہیں سکتا
بہار افروز ایسا گلستاں صدّیق اکبرؓ ہیں
الٰہی! اعظمیؔ کو بھی دکھا روضہ محمدؐ کا
جہاں فاروق اعظمؓ ہیں جہاں صدیق اکبرؓ ہیں

○ جناب انوارؔ صاحب

متاعِ دل و جاں صدّیق اکبرؓ!
مرا دین و ایماں صدّیق اکبرؓ
نہ پیدا ہوا ہے نہ ہوگا جہاں میں
ہیں بے مثل انساں صدّیق اکبرؓ
یہ انوارؔ مدحت سرا آپ کا ہے
مرتّب ہو دیوان صدیق اکبرؓ

○ جناب حیرتؔ صاحب کانپوری

محمد مصطفیٰؐ لاریب ہیں اسلام کے بانی!
مگر ہے حضرتِ صدّیقؓ کی ہستی بھی لاثانی
حضوریٔ محمدؐ میں بنے وہ فیض کا چشمہ
کہ اُن سے فیض پائے گی ابد تک نسلِ انسانی
محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ ہجرت کے لیے حیرتؔ
اقامت ثور کی ہرگز نہیں معمولی قربانی

○ جناب خاطرؔ صاحب جبلپوری

رہا یوں سفر سازگار اللہ اللہ
کہ صدیقؓ تھے یارِ غار اللہ اللہ
خدا نے کیا ذکر قرآں میں جن کا
وہ صدّیق ہیں نامدار اللہ اللہ
بنا ہے صحابہؓ کی الفت میں خاطرؔ
گلستانِ دل لالہ زار اللہ اللہ

○ جناب رندؔ صاحب بدایونی

نگاہوں میں نہاں صدّیق اکبرؓ
دلوں پر حکمراں صدّیق اکبرؓ
بیاں اور ہم سے ہوں اوصاف اُن کے!
کہاں ہم اور کہاں صدّیق اکبرؓ
تمہارے ذکر پر لوگوں کے اکثر
ہوئے چہرے دھوآں صدّیق اکبرؓ

○ جناب سیّدؔ صاحب دہلوی

نبیؐ کے بعد کُل عالم میں اونچا اُن کا رتبہ ہے
کوئی دیکھے مقامِ ارتقاء صدّیقِ اکبرؓ کا
ملا غوث و قطب کا مرتبہ اُن کے غلاموں کو
تعالیٰ اللہ کیا ہے مرتبہ صدّیقِ اکبرؓ کا
غلامی کی سند حاصل ہوئی سیّدؔ مبارک ہو
یہی احسان ہے سب سے بڑا صدّیقِ اکبرؓ کا

○ جناب شاہدؔ صاحب اکبرآبادی

سرکارِ دو عالمؐ کے بعد سب سے بہتر آپؓ ہیں
اوّلیں معمارِ قصرِ دین، سرورؐ آپؓ ہیں
کس نے کی تصدیقِ معراجِ پیمبرؐ آپؓ ہیں
نائبِ ختم الرسل، صدّیقِ اکبرؓ آپؓ ہیں
نظمِ دینِ مصطفیٰؐ کا مطلعِ اولیٰ ہیں آپؓ
مصرعہ کہہ اٹھا بے مثل و بے ہمتا ہیں آپؓ
پیکرِ صدق و صفا، ایثار کا پُتلا کہوں
مخزنِ علمِ لدُنی کا دُرِ یکتا کہوں
دہر میں جمہور کا پہلا نمائندہ کہوں
عقل حیراں، فکر ششدر ہے کہوں تو کیا کہوں
امّتِ خیرالوریٰ ہیں، مسلمِ اوّل ہیں آپؓ
مرہمِ ہر زخمِ جاں، ہر مسئلہ کا حل ہیں آپؓ

○ جناب صوفی شریفؔ صاحب امروہوی

مرا ایماں ہے دنیا سے ضلالت دور ہو جائے
اگر بن جائے دنیا آئینہ صدّیقِ اکبرؓ کا
جہاں بھی تذکرہ چھیڑا گیا صدق و سخاوت کا
زباں پر نام آیا برملا صدّیقِ اکبرؓ کا
شریفؔ اس دل کی قیمت دولتِ کونین بھی کم ہے
جسے قسمت سے غم حاصل ہوا صدّیقِ اکبرؓ کا

○ جناب شمیمؔ صاحب کلکتوی

صدّیقؓ کو تھا ناز جنابِ رسولؐ پر
تسکینِ دل تھی ذاتِ گرامی حضورؐ کی
ہر چند خود نمائی سے نفرت تھی آپؓ کو
حکمِ نبیؐ ملا تو امامت ضرور کی
بعدِ حضورؐ شورشیں اٹھی تھیں ہر طرف
جڑ بھی نہ چھوڑی آپؓ نے فسق و فجور کی

○ جناب شوقؔ صاحب بدایونی

نہ چھوڑا ساتھ بعدِ مرگ بھی صدّیقِ اکبرؓ نے
نبیؐ کے جاں نثار و مہرباں صدّیقِ اکبرؓ ہیں
ہلا دیں روم و فارس قیصر و کسریٰ کی دیواریں
مدبّر اور وہ رفعت نشاں صدّیقِ اکبرؓ ہیں
امامت کا شرف دے کر خلافت کی بنا رکھ دی
اسی باعث تو میرِ کارواں صدّیقِ اکبرؓ ہیں

○ جناب صوفی صغیرؔ صاحب بہاری

مئے وحدت چلی آتی ہے کھچ کھچ کر مدینے سے
نبیؐ کے بعد وا ہے مے کدہ صدّیقِ اکبرؓ کا
سبھی جنّ و بشر حور و ملک آنکھیں بچھاتے ہیں
کوئی دیکھے تو جا کر مقبرہ صدّیقِ اکبرؓ کا
جو سچ پوچھو تو سرکارِ دو عالمؐ کا ہے یہ صدقہ
جو دل پر نام کندہ ہو گیا صدّیقِ اکبرؓ کا

○ اختر صفدرؔ گنوری

طلوعِ صبحِ ایماں کا یقیں صدّیقِ اکبرؓ ہیں
صداقت کے نشانِ اوّلیں صدّیقِ اکبرؓ ہیں
متاعِ دردِ پنہاں کے امیں صدّیقِ اکبرؓ ہیں
بلادِ عشق کے مسند نشیں صدّیقِ اکبرؓ ہیں
جہاں محبوب وارد ہیں وہیں صدّیقِ اکبرؓ ہیں
جو ہیں ظلِّ شفیع المذنبین صدّیقِ اکبرؓ ہیں

○ جناب مظفر حسن ظفرؔ صاحب دہلوی

یہ حسرت یہ ارمان صدیقِ اکبرؓ
بنوں در کا درباں صدیقِ اکبرؓ
سند تم کو جنّت کی دی مصطفیٰؐ نے
تمہاری ہے یہ شان صدیقِ اکبرؓ
ہے دل میں ظفرؔ کے صحابہؓ کی عظمت
نہ ہو کیوں یہ ذی شان صدیقِ اکبرؓ

○ جناب فضلؔ صاحب برنی

ساز ہے تارِ نفس یاد ہے اس کی مضراب
بج رہا ہے مرے سینے میں ربابِ صدیقؓ

جنّتی ہونے کی حضرتؐ نے بشارت دی ہے
اِس سے ثابت ہے کہ ہوگا نہ حسابِ صدّیقؓ

ایک بے مثل نبیؐ ایک خلیفہ بے مثل
نہ جوابِ شہِ دوراں نہ جوابِ صدّیقؓ

جناب گوہر صاحب شیرکوٹی

حضرتِ بوبکرؓ کیا تھے اُن کے کیا انداز تھے؟
مظہرِ ذاتِ خدا انسانیت کے راز تھے!

اہلِ ایماں تھے ازل سے، ایسے ہی انداز تھے
جیسے ہی اسلام آیا، آپؓ ہم آواز تھے

جو بھی فرمایا نبیؐ نے آپ دہرایا کیے!
وہ تکلّم کا نبیؐ کے دوسرا انداز تھے

جناب سیّد منظر صاحب دہلوی

جہاں میں یوں سوا ہے مرتبہ صدّیقِ اکبرؓ کا
کہ ہے ارفع مقامِ ارتقا، صدّیقِ اکبرؓ کا

متاعِ دنیوی دے کر متاعِ دین حاصل کی
یہ سودا تو بہت سستا رہا صدّیقِ اکبرؓ کا

جناب نصرت صاحب کانپوری

دل کی دیوار میں ملتا ہے جو بابِ صدیقؓ
اس سے گزرو تو ملیں تم کو جنابِ صدّیقؓ

سرد کرنے کے لیے جوش بروزِ محشر
جائے گا سامنے خالق کے جنابِ صدیقؓ

عارضِ گل کی قسم، حسنِ دل و جاں کی قسم
اور نکھرے گا سرِ حشر شبابِ صدّیقؓ

◎

بقیہ مجلس ذکر

کا بھوسہ تھا اور حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جس کے دوران بندہ اپنے اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے اس کو ہم نے دوسرے آستانوں پر رسوا کر دیا ہے۔ طواف جو اللہ کی عظمت و کبریائی اور اپنی بندگی کے اعتراف کے طور پر محض اسی کے گھر کا کیا جاتا تھا آج جگہ جگہ کر کے شرفِ انسانی کی تذلیل ہو رہی ہے۔ حالانکہ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے مزارِ انور سے بڑھ کر کسی کا مزار شرف و مجد کا مستحق نہیں۔ جس قطعہ زمین پر اللہ کی نورانی مخلوق صبح و شام حاضر ہو کر ہدیہ ہائے صلوٰۃ و سلام پیش کرتی ہو اور جہاں لاکھوں انسان پہنچ پہنچ کر اپنی عقیدت کے پھول پیش کرتی ہو۔ وہاں آج تک اللہ کے فضل سے طواف یا سجدہ نہیں ہوا کیونکہ حضور علیہ السلام نے اپنی قبرِ انور کو ان چیزوں سے محفوظ رہنے کی دعا کی تھی جو اللہ نے قبول فرما لی تو سوال یہ ہے کہ دوسرے آستانوں پر ایسا کیوں مسلمان قوم نے اپنی نالائقیوں سے دنیا اور آخرت کی رسوائیاں سمیٹ لی ہیں۔ وجہ محض یہی ہے کہ جو پیشانی غیروں کے آستانے پر جھکنا شروع ہو جاتی ہے وہ پیشانی پھر ذلتوں ہی کا شکار ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے نابکاروں کو کبھی چین و سکھ کی نعمتوں سے سرفراز نہیں فرماتے۔

آپ یہاں اس ذاتِ اقدس کا نام سیکھنے آتے ہیں جو میرا آپ کا سبھی کا خالق ہے۔ اسی کے پیغام رشد و ہدایت کو گھر گھر پہنچانا آپ سب کا فرض ہے۔ کہ آج انسانیت سسکیاں لے رہی ہے۔ اہلِ دین کا فرض ہے کہ گرتی پڑتی دنیا کو سنبھالا دے اور اپنی دینی و ایمانی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عقل اور اس کی حدود

ڈاکٹر محمد عبدالحمید بیگ

دین اور مذہب کا جب نام لیا جاتا ہے اور دیندار طبقہ کی طرف سے جب دین اور اس کے تقاضوں پر چلنے کی پیش کش کی جاتی ہے تو فوراً ہی یہ سوال پیش کر دیا جاتا ہے کہ آج کل عقلیات کا دور دورہ ہے ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر مانا جا سکتا ہے، بالفاظ دیگر آج کل کا عاقل کسی کی چیز کو بغیر عقل کی ترازو پر تولنے کے ماننے کے لئے تیار نہیں، وہ بزعم خود یہ سمجھتا ہے کہ پچھلے دور میں دنیا عقلیات سے بالکل کوری ہی رہی ہے، نہ آجکل کی سی ایجادات رہی ہیں نہ اکتشافات، کیونکہ اگر عقل ہوتی تو ایجادات و اکتشافات ہوتے اور ان میں سے کچھ تو موجود ہوتے مگر جبکہ ان میں سے کوئی چیز موجود ہی نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ وہ دور عقل کی فرمائیوں سے تہی دست رہا ہے، بات یہ ہے کہ وہ ایجادات و اکتشافات کو عقل کا نتیجہ قرار دیتا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ عقل اور اس کے حدود پر سیر حاصل بحث کی جائے اور بتایا جائے کہ دنیا کبھی عقل سے خالی نہیں رہی، اب رہا یہ کہ پچھلے دور میں ایجادات اور اکتشافات ہوئے یا نہیں یہ امر میرے موضوع سے علیحدہ ہے اس لئے اس سے قطع نظر کر کے عقل ہی پر گذارشات پیش کرونگا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ دین کی کسی بات کے متعلق یہ کہنا کہ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی بالفاظ دیگر اس امر کا اقرار کرنا ہے کہ "ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی، تو سمجھ لیجئے کہ یہ بات اتنی ہی غلط ہے کہ جتنا دن کو یہ کہنا کہ یہ تو رات ہے کیونکہ کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں، محض سمجھ میں نہ آنے سے تو کسی چیز کا انکار نہیں کیا جا سکتا، کیا اب اقلیدس کی شکل کو ایک گھاس کھودنے والے یا گاؤں کے گنوار کو سمجھا سکتے ہیں، وہ بھی تو یہی کہتا ہے کہ میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی، یا اس کو جمبو جیٹ طیارے کے متعلق یہ بتایا جائے کہ اس میں دو لاکھ ۳۷ ہزار پرزے ہیں اور وہ تین سو آدمیوں کو سوار کر کے ہوا میں چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہے تو کبھی نہ مانے گا، یا یہ کہا جائے کہ انسان چاند پر اتر گیا، یا ۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو خلائی گاڑی کئی مہینہ مسلسل سفر کر کے زہرہ سیارہ پر اتر گئی جو چاند سے بھی لاکھوں کروڑوں میل دور ہے تو وہ کہیگا کہ ہرگز ہرگز یہ باتیں ماننے کے قابل نہیں ہیں یہ سراسر واہمہ ہیں اور کسی طرح سمجھ میں آہی نہیں سکتا، اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ جمبو جیٹ طیارے میں نہ صرف یہ کہ ۲ لاکھ ۳۷ ہزار پرزے ہیں بلکہ دس ہزار میل لمبا تار بھی اس میں استعمال کیا گیا ہے تو کسی صورت سے تسلیم نہیں کریگا اور کہیگا یہی کہ یہ چیز سمجھ میں کسی طرح نہیں آسکتی تو بتائیے کہ اس کی سمجھ میں نہ آنے سے اقلیدس کی شکلوں کا چاند اور زہرہ تک پہنچنے کا یا اس طیارہ میں اتنے لمبے تار اور پرزوں کا انکار کرنا درست ہوگا، علیٰ ہذا القیاس جس نے ریڈیو نہ دیکھا ہو اور نہ سنا ہو اس سے کہا جائے کہ بغیر کسی درمیانی تار کے واسطے کے خبریں دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک سیکنڈوں میں آجاتی ہیں تو وہ یہی کہیگا کہ سمجھ میں نہیں آتا پھر اس سے کہا جائے کہ امریکہ میں جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے ہم تم کو تصویر کے ذریعے ابھی دکھا سکتے ہیں اور اسکو ٹیلیویژن کے سامنے کھڑا کر دیں تو وہ ہرگز نہ کہیگا کہ یہ شعبدہ اور نظر بندی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ جو ہزاروں میل دور ہے اسکی تصویریں یہاں کیسے آگئیں، تو اب غور کیجئے کہ محض اس کی سمجھ میں نہ آنے سے کیا اس حقیقت کا ہی انکار کر دیا جائے یا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ تیری سمجھ میں نہ آنے سے واقعہ کا تو انکار نہیں ہو سکتا، آخر سمجھ میں آنے کا کوئی معیار بھی تو ہو، دنیا میں اربوں انسان ہیں جیسے ان کی صورتیں، عادات، خصائل، خصوصیات الگ الگ ہیں ایسے ہی ان کی سمجھ بھی یقیناً جدا جدا ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ ہر چیز ہر انسان کی سمجھ میں بھی آجائے ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا تو پھر کوئی معیار ہونا چاہیے، اگر یہ کہا جائے کہ معیار تعلیم ہے آدمی تعلیم یافتہ ہو بھی اور کند ذہن نہ ہو تو اس کی عقل اور سمجھ ضرور معیاری

ہوگی تو سوال یہ ہے کہ تعلیم کے مختلف مدارج ہیں امیٹرک ہونا، بی اے ہونا، بی ایس سی، پی ایچ ڈی وغیرہ وغیرہ۔ تو آخر ان میں سے کس کی عقل معیاری ہوگی، پھر تعلیم کے مختلف شعبے ہیں، زبان و ادب کا شعبہ، سائنس کا شعبہ انجینیرنگ کا شعبہ، حساب و ریاضی کا شعبہ، زراعت و آرٹ کا شعبہ، فلسفہ، منطق، نفسیات وغیرہ وغیرہ، تو ان میں سے متعین کرنا پڑیگا کہ کسی خاص شعبہ کا تعلیم یافتہ ہو جس کی سمجھ معیاری بن سکے، ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ دین کی بیان کردہ کوئی چیز جس شعبۂ زندگی سے متعلق ہوگی اسی شعبہ کے ماہر تعلیم یافتہ کی عقل وفہم اس کے صحیح او غلط ہونے کا معیار ہوگی تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس پر غور کیا جائے کہ عقل کیا ہے اور اس کی رسائی کن چیزوں تک ہے کہاں کہاں وہ کارآمد ہے اور کہاں نہیں، انسان کا ذریعہ معلومات اس کے حواس خمسہ ہیں (یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے چکھنے، چھونے کی قوت) ہیں جو قدرت خداوندی نے اس کو عطا فرمائے ہیں، یہ پانچوں حواس (قوتیں) ہر انسان کو عطا فرمائے گئے ہیں،

ان سب کے بعد ایک قوت اور ہے جو انہی پانچوں حواس کے ذریعہ ہر شئے کا ادراک کرتی ہے وہ ہے قوت مدرکہ یا عقل، دیکھنے کی قوت کا آلہ ہے آنکھ، سننے کی قوت کا کان، سونگھنے کی قوت کا ناک، چکھنے کی قوت کا زبان، چھونے کی قوت کا جلد، ان میں سے ہر قوت کے لئے کچھ اور چیزیں بھی ضروری ہیں جن کے بغیر یہ قوتیں اپنی صلاحیتیں بروئے کار نہیں لاسکتیں اب آنکھ کو لیجئے جس کا کام دیکھنا ہے اس کے لئے ایک تو یہ ضروری ہے کہ اس میں اندرونی روشنی بھی ہو جسے نور کہتے ہیں دوسرے یہ بھی ضروری ہے کہ بیرونی روشنی بھی ہو، پس اگر آنکھ موجود ہے اور اس میں اندرونی نور بینائی موجود ہے لیکن جو چیز دیکھنا مقصود ہے وہ مکمل اندھیرے میں ہے گویا باہر روشنی کا نام ونشان تک نہیں ہے تو پھر یہ آنکھ جس میں بینائی بھی ہے اور صحیح وسالم بھی ہے اس چیز کو دیکھنے سے قطعاً قاصر رہیگی، اسی لئے کہ باہر کی روشنی تو ہے لیکن اندرونی روشنی کی بھی ضرورت ہے اور یہ بھی بہت ضروری ہے کہ جس چیز کو دیکھنا مطلوب ہو اس میں دیکھے جانے کی صلاحیت بھی ہو، اگر یہ صلاحیت نہ ہوگی تو ہرگز وہ چیز باوجود ان سب لوازمات کے نہیں دیکھی جاسکیگی، جیسے ہوا، اور بجلی اور خوشبو کہ ان میں دیکھے جانے کی صلاحیت بوجہ انتہا لطافت کے نہیں ہے کیونکہ دیکھنے اور نظر آنے کی کیفیت یہ ہے کہ نور بصارت کی شعاعیں اس چیز پر پڑکر پھر ان کا انعکاس آنکھ پر ہوتا ہے تب وہ نظر آتی ہیں تو جس چیز میں لطافت کی وجہ سے یہ صلاحیت ہی نہ ہو کہ نور بصر کی شعاعیں اس پر پڑکر پھر منعکس ہوں تو وہ چیز نظر بھی نہیں آسکتی اب یہ چند چیزیں ہوگئیں، ایک خود آنکھ کہ وہ موجود ہو اور صحیح وسالم بھی ہو دوسرے آنکھ کے اندر کی روشنی تیسرے بیرونی روشنی اور ان سب کے بعد آخری چیز یہی کہ اس میں دیکھے جانے کی صلاحیت بھی ہو۔

یہی حال حواس خمسہ کی دوسری قوتوں کا بھی ہے، اب سننے کی قوت کا کرلیں جس کا آلہ کان ہے، اس کے لئے بھی کچھ چیزیں ضروری ہیں ایک تو خود کان کہ وہ صحیح ہو اور اس میں کوئی بیماری خرابی نہ ہو، دوسرے وہ اندرونی قوت جس کی وجہ سے سماعت ممکن ہو ورنہ بہرا آدمی باوجود کان ہونے کے سننے سے اسی لئے محروم ہوتا ہے کہ اس میں وہ اندرونی قوت نہیں ہے، تیسرے کان اور آواز کے درمیان ہوا کا رابطہ جس کے ذریعہ سے آواز کان کے پردے تک پہنچتی ہے چوتھی چیز وہ ہے کہ جس چیز کو سننا مقصود ہو اس میں سنے جانے کی صلاحیت بھی ہو ورنہ باوجود ان سب چیزوں کے سننا ممکن نہ ہوگا، جیسے کوئی مٹھاس، خوشبو، بدبو کو سننا چاہے تو یہ صرف اس لئے ممکن نہیں کہ ان میں سنے جانے کی ادنیٰ صلاحیت بھی نہیں ہے تو آنکھ کی طرح یہاں بھی انہی چیزوں کی ضرورت پڑی،

بعینہٖ یہی حال بقیہ حواس کا ہے، مثلاً چلنے کی قوت ہے ایک تو پیر کی ضرورت ہے بشرطیکہ وہ صحیح ہو، دوسرے اندرونی طاقت کی جس سے بالارادہ اپنے پیر کو حرکت دے سکے، تیسرے ایسی چیز جس پر پیر ٹک سکے تو اب اگر کوئی پانی یا ہوا پر چلنا چاہے تو نہیں چل سکتا کیونکہ وہاں پیر ٹکنے کی صلاحیت مفقود ہے غرض تمام طاقتوں کا یہی حال ہے کہ وہ سب چند اندرونی اور چند بیرونی چیزوں کی محتاج ہیں بغیر ان کے وہ طاقتیں نہ روبہ عمل ہوسکتی ہیں نہ کارآمد، پھر ایک کام جو ایک قوت کے دائرہ عمل میں ہے اس سے دوسرا کام نہ لیا جاسکتا ہے اور نہ وہ کرسکتی ہیں مثلاً دیکھنے کا کام ناک سے سونگھنے کا کان سے چکھنے کا آنکھ سے یا ہاتھ سے نہیں لیا جاسکتا

کہ ہر ایک کا دائرہ کار علیحدہ علیحدہ ہے یہ تو عمومی ضابطہ جو ہر معاملہ میں کارفرما ہے، لیکن اگر کہیں کسی جگہ اس کے برعکس نظر آئے مثلاً کوئی اندھا محض چھو کر کسی چیز کا رنگ بتا دے تو یہ صرف قدرت خداوندی کا کرشمہ ہوگا کہ وہ قادر مطلق ہے سارے عالم پر اس کو پوری پوری ہر طرح قدرت ہے مگر ضابطہ عمومی وہی رہیگا جو عرض کیا جا چکا،

پھر ان قوتوں میں سے ہر قوت ایک خاص حد تک تو بے تکلف دیکھ سکتی ہے مثلاً میل دو میل یا اس سے کچھ زیادہ اور وہ بھی صرف اسی حد تک کہ وہ محسوس کرلے کہ سامنے کوئی چیز ہے مگر پورے طور پر وہ اس کی نشاندہی نہیں کر سکتی کہ درحقیقت فلاں چیز ہے، بس ایک مبہم سی صورت تو میل دو میل سے نظر آ سکتی ہے مگر متعین طور پر وہ یہ نہیں بتا سکتی کہ وہ ہے کیا جب تک وہ اس حد تک قریب نہ آجائے جو اس کے دائرہ نظر کے لئے ضروری ہے،

مطلب یہ ہے کہ میل دو میل کے فاصلہ پر اگر کوئی شئے معلوم بھی ہو جائے کہ یہ انسان ہے یا جانور، مگر اس کی پوری صورت متمیز اور متعین ہو جائے کہ وہ کیا ہے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس مخصوص فاصلہ پر نہ آجائے جو اس کے دیکھنے کے لئے ضروری ہے اب یہاں پہنچ کر آنکھ کی قوت نے جواب دیدیا، لیکن پھر بھی اگر کوئی دیکھنا چاہے اور حقیقت معلوم کرنا چاہے تو اس کو ایک خارجی قوت سے مدد لینی پڑیگی جو آنکھ کی قوت کے لئے ضمیمہ یا خادم کا کام دے سکے اس کو دوربین کہیں گے کہ اگر وہ آنکھ پر لگائی جائے تو جس طاقت کی وہ خارجی قوت دوربین ہو گی اس حد تک وہ چیز واضح طور پر نظر آسکے گی

علیٰ ہذا کان بھی ایک خاص حد تک کی آواز بے تکلف سن سکتا ہے مگر کافی فاصلہ کی آواز پورے طور پر نہیں سن سکتا، وہی مبہم آواز ممکن ہے سن لے مگر واضح طور پر نہیں سن سکتا، یہاں بھی اگر مزید سننا ہے تو خارجی قوت کا سہارا لینا پڑیگا جو ٹیلی فون وائرلیس وغیرہ ہوگا، یہی حال سونگھنے اور چکھنے اور چھونے والی قوتوں کا ہے کہ وہ بھی ایک خاص حد تک محدود رہتی ہیں اور ان کو بھی اس حد سے آگے مزید ایک درمیانی رابطہ کی ضرورت پڑتی ہے جو برقی قوت ہو سکتی ہے، عام جسمانی طاقت کا بھی یہی حال ہے مثلاً بوجھ اٹھانا کہ ایک خاص حد تک حسب قوت و استطاعت بوجھ اٹھا سکتا ہے اس سے آگے پھر اس کو جر ثقیل (کرین) وغیرہ کی مدد لاحق ہوتی ہے،

چلنے کی طاقت ہے وہ بھی اسی طرح محدود ہے کہ دس بارہ میل یا ۲۰ میل مسلسل چل سکتا ہے وہ بھی ایک خاص وقت کے اندر، مثلاً ایک گھنٹہ میں دو تین چار میل لیکن اس سے آگے پھر وہی ضمیمہ جو کوئی سواری گھوڑا وغیرہ ہو سکتا ہے، مگر گھوڑے کی طاقت اگرچہ انسان کی طاقت سے زائد ہے مگر پھر بھی کافی فاصلہ تک پہنچ کر جواب دے دیتی ہے تو پھر موٹر، ریل وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے جس سے وقت بھی نسبتاً کم صرف ہوتا ہے اور طویل ترین فاصلہ بھی طے ہو جاتا ہے، پھر موٹر، ریل اور کرین وغیرہ بھی اپنی کارکردگی میں بیرونی اور خارجی چیزوں کی محتاج ہیں جو تیل، پیٹرول، آگ، پانی اور بجلی وغیرہ ہو سکتی ہے، پھر گھوڑا، ریل، موٹر وغیرہ کے اور بھی حدود ہیں وہ یہ کہ صرف زمین پر ہی کام دے سکتے ہیں مگر سمندر اور دریا کے کنارے پہنچ کر ان کا کام بھی ختم ہو جاتا ہے کہ وہ پانی میں نہیں چل سکتے، ہوائی اڈے تک دریا تک پہنچا سکتے ہیں، ہوا اور پانی میں چلنا ان کے بس کی بات نہیں وہ ان کے حدود سے باہر ہے، اب اس کے لئے کشتی، بحری جہاز ہوائی جہاز کی ضرورت پڑتی ہے،

ان مثالوں کو ذہن میں رکھ کر اب عقل کو دیکھئے کہ وہ بھی ایک قوت ہے اور دوسری قوتوں کی طرح چند چیزوں کی محتاج، سب سے پہلے حواس خمسہ کی محتاج ہے حواس خمسہ اس کے لئے بطور خادم اور آلہ کار کے کام کرتے ہیں، حواس خمسہ بھی صحیح ہو تب بھی عقل کا دائرہ محسوسات کی حد تک محدود ہے کہ اس کا ذریعہ ادراک ہی حواس ہیں،

حواس نہ ہوں تو عقل اگر ہو بھی تو بیکار محض ہو گی، کہ جب ذریعہ ادراک ہی نہیں تو ادراک کہاں سے آئیگا، پھر عقل کے لئے علاوہ حواس کے بیرونی مشاہدہ اور بار بار کا تجربہ بھی ضروری ہے، یہ نہ ہو تو عقل کس طرح منطقی نتائج نکال کر دو اور دو کا مجموعہ چار کہہ سکیگی، عقل بذریعہ حواس کے مشاہدہ کرتی ہے پھر اس کا عملی تجربہ کر کے کسی مثبت یا منفی نتیجہ تک پہنچتی ہے حاصل یہ ہوا کہ عقل کی قوت بھی چند چیزوں کی محتاج ہے، حواس خمسہ کی پھر بیرونی مشاہدہ اور تجربہ کی یہی چیز اس کی ایجادات کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور ایک نئی ایجاد پردہ عدم سے نکل کر وجود پذیر ہو جاتی ہے، مگر ہوتی یہ ساری چیزیں صرف محسوسات ہی تک ہیں، غیر محسوسات تک نہ عقل کی رسائی اور نہ وہ اس کے امکان میں داخل،

غیر محسوس چیزوں میں عقل کا کام صرف اتنا ہے جتنا موٹر گھوڑا اور ریل کی سواری مسافر کو ساحل سمندر تک پہنچاتی ہے کہ اس کے حدود یہیں تک تھے آگے جانے کے لئے اس کو بھی دوسری اور خارجی قوت کی ضرورت ہوگی، مثلاً مرنے کے بعد کیا ہوگا ایسی چیز ہے کہ بالکل غیر محسوس ہے کوئی مشاہدہ کوئی تجربہ اس کی نقاب کشائی نہیں کر سکتا اور کرے بھی کیسے جبکہ وہ محسوسات میں سے ہے ہی نہیں اس پردہ کے پیچھے کیا ہے عقل کی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی، اب لامحالہ اس کو کسی خارجی قوت کی ضرورت لاحق ہوگی جس کی دوربین لگاکر عقل کی آنکھ اس حقیقت کو دیکھ سکے وہ خارجی دوربین کیا ہے وہ وحی الٰہی کے سوا اور کیا ہے!

عقل زیادہ سے زیادہ کسی غیر محسوس حقیقت کا امکان ثابت کر سکتی ہے مگر ہر امکان کے لئے وقوع لازم نہیں، یہ تو نہیں کہ جو چیز ممکن ہو وہ ہمیشہ واقع بھی ہو جائے، ممکن تو یہ بھی ہے کہ ایک غریب آدمی بادشاہ بن جائے، مگر اس امکان سے ہر غریب تو بادشاہ نہیں بن جاتا کیوں؟ اس لئے کہ ہر امکان کو وقوع لازم نہیں لہٰذا غیر محسوس حقائق تک پہنچنے کیلئے نری عقل ہرگز کافی نہیں جب تک اس کی آنکھ پر وحی الٰہی کی دوربین نہ لگائی جائے یہ لگاکر وحی خداوندی کے شیشہ صافی میں سے دور تک اور بہت دور تک دیکھ سکتی ہے ایسی کہ کسی دلیل کا کوئی دھندلا اور کسی منطق اور فلسفہ کا کوئی غبار اس کی راہ میں حائل نہ ہو، عقل ہی کافی ہوتی تو فلاسفہ قدیم وجدید اور ان کی موشگافیاں تحقیقات، اکتشافات کیا کچھ کم تھے کہ وہ ان حقائق سے پردہ ہٹاکر راہ حقیقت دکھا سکتے تھے مگر ایسا نہ ہو سکا، اور نہ ہو سکتا تھا، اسی لئے انبیا کرام علیہم السلام کی ضرورت پیش آئی جن کے قلب کے شیشہ صافی پر وحی خداوندی کی شعاعوں کا انعکاس ہو اور انعکاس ہوتے ہی بصارت عقل کو وہ حقائق نظر آنے لگے کہ یہ انعکاس ہی تو ذریعہ تھا نظر آنے کا، جیسا کہ نور بصارت کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے خلاصہ یہ کہ یہ کہنا کہ فلاں دینی چیز کو عقل تسلیم نہیں کرتی علی الاطلاق صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ دینی چیز دو حیثیتوں سے خالی نہ ہوگی یا تو وہ منجملہ اخبار ہوگی یا منجملہ احکام، یعنی یا تو دین نے کچھ خبریں دی ہونگی، مثلاً حق تعالیٰ جل شانہ نے انبیا کرام علیہم السلام کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا، یا فرشتوں کا وجود، یا جنت و دوزخ یا یوم آخرت اور روز حساب جزا و سزا وغیرہ کہ یہ سب خبریں ہیں تو منجملہ اخبار ہوئیں، یا کچھ احکام ہدایت کے لئے آتارے گئے کہ یہ کام کرو اور یہ نہ کرو جس کا اصطلاحی نام امر و نواہی ہے، یہ منجملہ احکام ہوئے، اخبار کا نام عقائد احکام کا نام شریعت اور ان دونوں کے مجموعہ کا نام دین ہے تو اگر وہ چیز خبروں میں سے ہے تو اس میں عقل کا کام صرف اتنا ہے کہ اس کو امکان تک پہنچتا ہوا دیکھ لے اور بس!

مثلاً یہ کہنا کہ صلیبی جنگ ہوئی تھی یہ خبر ہے اب عقل سے دریافت کریں کہ ماضی بعید میں اسلام اور عیسائیت کی کوئی جنگ اس نام سے ہوئی تھی یا نہیں تو عقل کے پاس اس کے اثبات و اقرار اور نفی و انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتی ہے کہ ایسی جنگ کا ہونا بالکل ممکن ہے ممکن کہتے ہی اس کو ہیں جس میں نفی اور اثبات کے دونوں پہلو برابر ہوں نہ اثبات پر جزم کیا جا سکے نہ نفی پر یقین، لہٰذا اب وہی خارجی چیز کی ضرورت ہوگی اور وہ یا تو مشاہدہ ہوگا یا سچی خبر، مگر مشاہدہ تو اس لئے ممکن نہ ہوگا کہ یہ واقعہ ماضی بعید کا ہے اور گفتگو حال میں ہو رہی ہے اس لئے صرف ایک ہی ذریعہ باقی رہ جاتا ہے جو صحیح اور سچی خبر ہو سکتی ہے مثلاً تاریخی واقعات و روایات، بشرطیکہ ان پر کافی اور مؤثر طریقہ سے جرح و تنقید اور جانچ پڑتال کر لی گئی ہو اس کے بعد ہی صورت واقعہ اثبات و نفی کی شکل میں ظہور پذیر ہوگی یہ تو ہوا دین کی خبروں کے متعلق "عقل" کا معاملہ،

اب رہے احکام دین تو ان کے متعلق یہ ضروری نہیں کہ وہ سب کے سب عقل میں آجائیں تب ہی ان پر عمل درآمد صحیح ہو تو ساری دنیا کے کاروبار معطل ہو جائیں گے، مریض اگر اپنے معالج سے کہے کہ جو اجزاء آپ نے جس وزن سے لکھے ہیں اور جس طرح اس نسخہ کو ترتیب دیا ہے میری سمجھ میں تو آتا نہیں یا سرجن سے کہے کہ یہ اپریشن جو آپ کر رہے ہیں میری سمجھ میں کسی طرح نہیں آتا، تو سرجن یا حکیم اور ڈاکٹر اس مریض کو لیکچر دینے بیٹھ جائیں گے یا یہ کہیگا کہ بس ہو چکی نماز مصلّیٰ اٹھائیے اور کہیگا کہ

"ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجا است"

ہر ادارے کو ہر آفس کو ہر کارخانہ کو یہ حق ہے کہ اپنے یہاں کے طریق کار کے متعلق کچھ خاص ضابطے بنائے اور کچھ اصول مقرر کرے اور اپنے ملازمین کو ان پر کاربند رہنے کی ہدایت کرے کسی ملازم کو یہ حق نہیں ہے کہ چون و چرا کرے اور کہے کہ میری سمجھ میں تو یہ ضابطہ ہی نہیں آتا اس لئے میں اس پر عمل نہیں کر سکتا۔

فوج کو دیکھئے کہ کسی فوجی کو احکام میں چون و چرا کرنے کا مطلقاً حق نہیں، کمانڈر جس

جرأت ہوا ہے، رائفل کا حکم دے تو کسی سپاہی کو یہ حق نہیں کہ وہ کہے کہ میری سمجھ اور عقل میں تو یہ حکم ہی بے معنی ہے پہلے میں سمجھ لوں تو چلوں تو کیا اس کا جواب کورٹ مارشل سے کچھ کم ہوگا؟ جب اس نے کمانڈر کو کمانڈر مان لیا اور فوج میں شامل ہونے کا منصوبہ باندھ لیا اور ملازم ہوگیا تو پھر اس کے ذمہ تمام احکام کی پابندی لازمی اور ضروری ہوگی خواہ اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے آمنا وصدقنا ہی اس کا نعرہ رہیگا، کسی ادارے نے یہ ضابطہ مقرر کرلیا ہے کہ ہم فلاں پوسٹ پر اس کو ملازم رکھیں گے جس کے پاس میٹرک کا سرٹیفکیٹ ہوگا، اب ایک شخص آتا ہے اور ادارے کا منیجر اس سے سرٹیفکیٹ طلب کرتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ میرے پاس سرٹیفکیٹ تو نہیں ہے کہ میں نے اسکول میں تعلیم پاکر امتحان نہیں دیا ہے لیکن میری قابلیت کا امتحان لے لیں میں کسی میٹرک کے سند یافتہ سے قابلیت میں کم نہیں ہوں، تو بتلایئے کہ منیجر کیا جواب دیگا، یہی کہیگا کہ ہاں ٹھیک ہے مگر ہمارا ضابطہ یہی ہے کہ میٹرک کا سرٹیفکیٹ ہونا لازمی ہے بغیر اس کے ہمارے یہاں ملازم نہیں رکھا جاتا تو اس ادارے کے اس ضابطہ کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ہر ادارے کو اپنے یہاں ضابطہ مقرر کرنے کا اختیار ہے تو اس معاملہ میں چوں وچرا کرنا اور سمجھ میں نہ آنے کا عذر سب کا سب بالکل غلط اور بیکار ہوگا

دین کی خبروں (عقائد اور احکام سے متعلق) عقل کا تعلق معلوم ہونے کیلئے یہ پیش کردہ مثالیں کافی ہیں اور اس سے عقل کی حد بھی واضح ہوجاتی ہے۔"

عقل کی حیثیت کے متعلق علامہ اقبال نے کتنا صحیح نقشہ کھینچا ہے فرماتے ہیں،

خرد سے آدمی روشن بصر ہے
خرد کیا ہے چراغ رہگذر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ رہگذر کو کیا خبر ہے

احقر نے اس شعر کا اضافہ کیا ہے کہ ؎

نہ ہو گر آنکھ نور بصارت
چراغ رہگذر بھی دردِ سر ہے

عقل ضرور کارآمد ہے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کا بہترین عطیہ اور نعمت ہے، مگر اس سے کام لینا اس حد تک صحیح ہے جہاں تک اس کی دسترس ہے ورنہ اگر عقل کی موٹر کو سمندر تک پہنچ کر آگے چلائے اور سمندر میں اتارنے کی کوشش کی تو نہ صرف یہ کہ خود بھی ڈوبے گی بلکہ اپنی سواریوں کو بھی ڈبو دیگی اسی لئے تو علامہ اقبال کو کہنا پڑا

؎ اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

عقل چراغ رہگذر جو ٹھہری اسے درونِ خانہ کی کیا خبر، درون خانہ تو اندر کی روشنی ہونی چاہئے، اس سے عقل کی حد بھی معلوم ہوگی پھر جس طرح آنکھ جسم کی باہر کی چیزیں تو دیکھ سکتی ہے لیکن جسم کے اندر کے اعضاء کو نہیں دیکھ سکتی کیونکہ رسائی اندر تک نہیں ہے، لیکن اگر کوئی اندر کے اعضاء کو بھی دیکھنا چاہے تو پھر اس آنکھ کی مدد کے لئے ایکسرے کی آنکھ (مشین) کی ضرورت ہوگی، تب یہ اندرونی اعضاء کو بھی اس کے سہارے دیکھ سکتی ہے، ٹھیک اسی طرح عقل بیرونی محسوسات تک تو چلتی ہے پھر مشاہدہ، استدلال اور تجربہ کی مدد سے صحیح نتیجہ تک پہنچ جاتی ہے، لیکن یہی عقل پردۂ غیب کی چیزوں کو جو ماوراء حس ہیں اگر دیکھنا چاہیگی تو بغیر وحی الٰہی کی مدد کے نہیں دیکھ سکتی۔ وحی کی دوربین لگالے تو اس کی رسائی غیبی حقیقتوں تک بھی ہوجائیگی بایں معنی کہ اسے ان حقیقتوں کے تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئیگی

اچھا اب عقل کی کارکردگی کو ایک اور طریقہ سے سوچیئے، فرض کیجئے کہ آپ کو کسی قدیم عمارت میں ایک بڑا صندوق مقفل ملتا ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں ہے کیا؟ چابی موجود نہیں ہے ساری دنیا کے عقلاء کو جمع کرلیجئے وہ از روئے عقل بتائیں کہ اس کے اندر کیا چیز ہے، کوئی تو کہیگا کہ اس کے اندر خزانہ ہے دیکھئے نا کہ تین تین تالے پڑے ہوئے ہیں، کوئی کہیگا کہ اس میں خزانہ نہیں ہے، کیونکہ خزانہ تو اس عمارت کے تہہ خانے میں سے نکلا ہے، کوئی کہیگا کہ اس میں خاص الخاص دستاویزیں یا مرموز خطوط ہیں جن میں کسی بڑے خزانہ کی نشاندہی کی گئی ہوگی، کوئی کہیگا کہ ہو نہ ہو اس میں بیش قیمت جواہرات ہیں جب ہی تو اس قدر حفاظت کے ساتھ رکھا گیا ہے، غرض جتنے منہ اتنی باتیں ہونگی اور سب کے سب عقلی گدے لگا رہے ہوں گے یہ سب کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ عقل محض کی رسائی صندوق کے اندرونی حصے تک نہیں ہے بالفاظ دیگر اندرونی حصہ غیر محسوس ہے اور غیر محسوس تک عقل کی رسائی اس لئے نہیں ہے کہ وہ تو حواس خمسہ اور مشاہدہ اور تجربہ کی مدد سے نتیجہ نکالا کرتی ہے، اب جو نتیجہ مختلف

عقلاً نے نکالا ہے وہ سب ممکن ہے جس کی نفی و اثبات پر کوئی عقلی دلیل قائم نہیں ہو سکتی جب تک کوئی صحیح خبر دینے والا خبر نہ دے یا پھر کسی طرح وہ تالے کھل جائیں تو حقیقت حال واضح ہو،

اس مثال سے یہی مقصود تھا کہ عقل کی رسائی محض امکان تک ہوا کرتی ہے، پھر مختلف مشاہدوں اور تجربوں سے کبھی اس امکان کی جہت متعین بھی ہو جاتی ہے لیکن یہاں جب تک صندوق نہ کھل جائے یا خبر دینے والا خبر نہ دے کوئی عاقل جزم و یقین کے ساتھ متعین نہیں کر سکتا، یہاں تک بحث عقل کے حدود کے متعلق تھی جو مختلف مثالوں سے واضح کی گئی ہے۔

مستشرقین کی مساعی

مستشرقین نے ایک طرف اسلام کے دینی فکر و اقدار کی تحقیر کا کام کیا اور مسیحی مغرب کے افکار و اقدار کی عظمت ثابت کی اور اسلامی تعلیمات و اصول کی ایسی تشریح پیش کی کہ اس سے اسلامی اقدار کی کمزوری ثابت ہو، اور ایک تعلیم یافتہ مسلمان کا رابطہ اسلام سے کمزور پڑ جائے اور وہ اسلام کے بارے میں متنفر ہو جائے یا کم از کم یہ سمجھنے پر مجبور ہو کہ اسلام موجودہ زندگی کے مزاج کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور اس زمانہ کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز ہے، ایک طرف انہوں نے بدلتی ہوئی زندگی اور تغیر پذیر اور ترقی یافتہ زمانہ کا نام لیکر خدا کے آخری اور ابدی دین اور قانون پر عمل کرنے کو روایت پرستی، رجعت پسندی، قدامت، دقیانوسیت کا مترادف قرار دیا۔

دوسری طرف اس کے بالکل برعکس انہوں نے ان قدیم ترین تہذیبوں اور زبانوں کے احیاء کی دعوت دی جو اپنی زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت کھو کر ماضی کے ملبہ کے نیچے سینکڑوں ہزاروں برس سے مدفون ہیں اور جن کے احیاء کا مقصد مسلم معاشرہ میں انتشار پیدا کرنے، اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے، اسلامی تہذیب اور عربی زبان کو نقصان پہنچانے اور جاہلیت قدیم کو زندہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، چنانچہ ان ہی کی تحریروں کے اثر اور انہی کے شاگردان رشید کے ذریعہ مصر میں "فرعونی"، عراق میں "آشوری"، شمالی افریقہ میں "بربری"، فلسطین و لبنان کے ساحل پر فنیقی تہذیب و زبان کے احیاء کی تحریکیں شروع ہوئیں اور ان کے مستقل داعی پیدا ہو گئے۔

(اسلام اور مغربیت کی کشمکش)

لباس کا بیان

مولانا محمد یوسف صاحب ——— لاہور

لباس اللہ جل جلالہ کی نعمت عظمیٰ ہے جو ایک اشرف المخلوقات کو تن پوشی کے لئے نوازا گیا ہے اور انسان کی عظمت و شرافت اور وقار اسی لباس سے قائم ہے جیسے کہا جاتا ہے الناس باللباس، لوگوں کی عزت لباس سے ہوتی ہے ۔۔

حقیقت لباس

ارشاد باری تعالیٰ ہے یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم و ریشا۔ اے اولاد آدم ہم نے تم پر اتاری پوشاک کہ ڈھانکے تمہارے عیوب کو اور تمہارے لئے رونق ہو)

غور فرمائیے، خطاب بنی اسرائیل کو نہیں، یہود و نصاریٰ کو نہیں، مسلم و کافر کو نہیں آدم کے بیٹے و بیٹیوں کو خطاب ہے، نیز اس میں لباس کو صرف تن پوشی کے لئے نہیں بلکہ زینت اختیار کرنے کا ذریعہ بھی بتلایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ لباس کی کٹائی و سلائی اور رنگت کو لباس میں بہت دخل ہے اور اس پر عمل کرنا منشا خداوندی ہے۔ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے روح اور جسم، مذکورہ آیت تو لباس جسم کے بارہ میں تھی اور روح کے لباس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے، ولباس التقویٰ ذالک خیر۔ اور تقویٰ کا لباس بہترین ہے،

تو خدا تعالیٰ نے کپڑے کا مسئلہ حل کر دیا، دیکھئے یہ خدا اور خالق ہے کہ جس نے اسلام کے دائرے میں لاکر روٹی کپڑے اور مکان (موجودہ دعوٰی) کا حل کر دیا ہے، اے دنیا کے انسانو! اگر تم اپنے خالق کے قانون کو ناقص تصور کرتے ہو تو جاؤ سمندر میں غوطے لگاؤ، زمین کی تہیں اکھیڑ ڈالو، فضاء کو چیر ڈالو، لیکن یہ مسئلہ کبھی حل نہ کر سکو گے،

جائز اور اسلامی لباس،

قبل اس کے کہ اسلامی لباس کو متعین کیا جائے ایک شرعی قانون ملاحظہ فرمائیے، وہ یہ ہے کہ شریعت ہمیشہ انسان کے لئے حرام چیزوں کو شمار کر دیتی ہے اور حلال چیزوں کو عام کر دیتی ہے، جیسے مشروبات میں منشیات شراب بھنگ وغیرہ حرام باقی تمام مشروبات حلال بنا دیں،،

مطعومات دکھانے کی چیزوں خنزیر غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام اور باقی تمام مطعومات حلال ہیں، ورنہ اگر حلال کو محدود کر دیا جاتا تو انسان حرج و تکلیف میں مبتلا ہو جاتا اور خدائے ذوالجلال نے فرمایا ہے، لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا، اللہ تعالیٰ مکلف نہیں کرتا مگر لوگوں کی طاقت کے مطابق،

اور اسی طرح لباس کے بارہ میں بھی چند ایک حرام اور باقی حلال ہیں، لباس میں تین چیزیں دیکھئے اگر وہ پائی جاتی ہیں تو وہ لباس جائز ہے چاہے جیسا بھی ہو کسی ملک اور قبیلہ کا ہی کیوں نہ ہو،،

(۱) مکمل پردہ ہو، دوم لباس مرد و عورت کا ایک دوسرے کے مشابہ نہ ہو،،

سوم مذاہب باطلہ اور اقوام غیر مسلمہ کے خاص لباس سے مشابہ نہ ہو،

اب غور فرمائیے کہ اسلام میں کتنی آسانی ہے اور کتنی وسعت نظری اسلام میں پائی جاتی ہے ان تینوں چیزوں کو ایک ناقص العقل بھی صحیح تسلیم کر لیگا، لیکن ان میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو وہ لباس ناجائز ہوگا،،

اب آئیے اسلامی لباس کی طرف، تو تمام جائز اور حلال لباس اسلامی ہیں، لیکن اگر اسلامی لباس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا لباس مراد ہے تو وہ کرتہ پائجامہ اور تہبند ہے اب کرتہ میں تمام اقسام آگئیں اور پائجامہ میں تمام اقسام پائجامہ شلوار وغیرہ آگئیں،، جنکا ذکر احادیث میں مفصل طور پر موجود ہے)

اقسام لباس بنظر حلت و حرمت،،

انسان کے لباس کی پانچ اقسام ہیں واجب، مستحب، مباح، مکروہ، حرام،

واجب وہ لباس ہے جس سے ستر پوشی ہو سکے

مستحب وہ ہے جسکے پہننے کی شریعت میں ترغیب آئی ہو جیسے نئے اور عمدہ کپڑے اور سفید کپڑے وغیرہ،

مکروہ، وہ ہیں کہ جنکے نہ پہننے کی شریعت میں ترغیب آئی ہو جیسے صاحب استطاعت کو

بھی مالدار کو پھٹے پرانے کپڑے پہننے وغیرہ،
حرام، وہ ہیں کہ جن کے پہننے کی شریعت میں
ممانعت آئی ہے، جیسے ریشمی کپڑے مرد کیلئے
وغیرہ ذالک، اور ان کپڑوں کے علاوہ باقی تمام
مُباح (حلال) ہیں،

آداب لباس

اب لباس کی حقیقت معلوم کر لینے کے بعد
لباس کے آداب بھی مدنظر رکھئے،

(۱) باوجود استطاعت کے لباس اتنا خستہ اور
خراب نہ پہنئے کہ دوسرے نفرت کریں اور نظر
حقارت سے نوازیں اور نہ اتنا اعلیٰ اور بیش قیمت
ہو کہ تکبر اور غرور کی جھلک لوگ دیکھیں،

(۲) ایسا لباس نہ پہنئے جو آپکی حیثیت سے بڑھا
ہوا ہو، آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
وقت میں موٹے اور پیوند شدہ کپڑے بھی زیب
تن فرمائے ہیں اور ایک وقت میں ۲۷ اونٹنیوں
کے بدلے میں ایک جوڑا خرید فرمایا،

نیز صوفیاء کرام بھی شکستہ لباس کو تصوف
نہیں فرماتے بلکہ تصوف کی حقیقت میں
لباس سادگی وصفائی کا نام ہے،

(۳) اپنی حیثیت سے کم لباس پہننا دنائت
اور بخل کی نشاندہی کرتا ہے لیکن وہ اسراف
(فضول خرچی) کی حد کو نہ چھوئے

(۴) لباس پاکیزہ صاف ستھرا اور با نظافت
ہو، گندہ غلیظ میلا کچیلا نہ ہو،
خالق دوجہاں اپنے کلام میں فرماتا ہے و
ثیابک فطہر والرجز فاھجر،
اور اپنے کپڑے پاک رکھیئے اور ناپاکی کو ترک
کر دیجئے، اور آقائے دوعالم نے ارشاد فرمایا
النظافۃ من الایمان، صاف ستھرا
رہنا ایمان میں داخل ہے،

(۵) اگر آپ مذکر ہیں تو اپنے آپکو مردانہ زینت
سے نوازیئے اور اگر مؤنث ہیں تو زینت زنانہ
برائے اہل خانہ سے نوازیئے،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
ان اللہ جمیل یحب الجمال
اللہ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے،

(۶) لباس اپنے جسم کے مطابق زیب تن کیجئے
جو کہ آپکے مردانہ وزنانہ جمال کو ظاہر کرے

(۷) اگر آپ مرد ہیں تو عورتوں کی طرح گہرے
رنگوں سے احتراز کیجئے خصوصاً سرخ رنگ
سے بلکہ مرد کو ہلکے رنگ بھلے لگتے ہیں،

(۸) لباس کو اتنا لمبا نہ بنوائیے کہ وہ زمین
پر جھاڑو دیتا رہے اول تو اس سے کپڑے
گھس کر پھٹ جاتے ہیں دوم میلے بھی جلد
ہو جاتے ہیں، سوم حدیث میں سخت ممانعت
آئی ہے،

(۹) لمبے لمبے آستینوں والے کپڑے بھی نہ پہنئے
آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کی
آستین صرف پہنچوں تک ہوتی تھی،
(رواہ الترمذی)
نیز پائنچوں کو ٹخنوں سے نیچے مت کیجئے یہ
گناہ عظیم ہے

(۱۰) ریشمی لباس استعمال نہ کیجئے، اگر آپ مذکر
ہیں، لیکن موجودہ دور کے لباس (کیٹی اور
ٹیٹرون، فلیٹ، دولی نائلون وغیرہ ریشمی
شمار نہیں ہوتے

(۱۱) عورت کو اتنے باریک کپڑے نہ پہننے
چاہئیں اور نہ ہی اتنا چست کہ پہنا نہ پہنا
دونوں برابر ہو جائیں، حدیث مبارکہ ہے
رب کاسیات عاریات، بہت سی
لباس پہننے والیاں برہنہ ہیں،

(۱۲) لباس میں کسی غیر مسلم قوم کی مشابہت
اختیار نہ کیجئے، کیونکہ ارشاد سرور کونین صلی
اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو کسی قوم کی مشابہت کرتا
ہے وہ ان ہی میں شمار ہوتا ہے،

(۱۳) اسی طرح مردوں کو زنانہ اور عورتوں
کو مردانہ لباس پہننا ناجائز ہے آقائے
دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخصوں پر
لعنت فرمائی ہے

(۱۴) ایک لباس اسوقت تک پہنے رہئے جب
تک کہ پرانا نہ ہو جائے اور پرانے ہونے کے
بعد اس کو ضائع نہ کیجئے بلکہ کسی غریب کو دیدیجئے

(۱۵) ہر چیز کو پہننے وقت دائیں طرف سے ابتدا
کیجئے اور جب اتاریئے تو بائیں طرف سے اتاریئے

(۱۶) اور ہر چیز کو پہنتے وقت اسکو اچھی طرح جھاڑ
لیجئے اور دیکھ کر پہنئے،

(۱۷) اور جب کپڑے پہنئے تو یہ دعا پڑھئے،
الحمد للہ الذی کسانی ھذا ورزقنیہ
من غیر حول منی ولا قوۃ،
تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے
یہ پہنایا اور مجھے بغیر میری طاقت وقوت کے
عطا فرمایا،

دعا نمبر ۲،
الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ
عورتی واتجمل بہ فی حیاتی،
تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے
کپڑے پہنائے جن سے میں اپنا ستر ڈھانکتا
ہوں اور اپنی زندگی میں ان سے زینت حاصل
حاصل کرتا ہوں،

دعا نمبر (۳)
اللھم انی اسئلک من خیرہ وخیر
ما ھو لہ واعوذ بک من شرہ وشر
ما ھو لہ ...

بقیہ صفحہ ۲۳

حضرت مولانا سیّد تاج محمود صاحب امروٹیؒ رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرحمان جتوئی

باب الاسلام سندھ میں جن بزرگ اور مقتدر ہستیوں نے جنم لیا ہے ان میں سید العارفین سراج السالکین رئیس الموحدین قطب الاقطاب حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست نظر آتا ہے ،

آپ کی ولادت گوٹھ " دیوانی " متصل گاڑہی موری تحصیل وضلع خیرپور میرس (سابق تحصیل روہڑی ضلع سکھر) میں ۱۸۵۹ء میں ہوئی تھی آپ کے والد کا اسم گرامی سید عبدالقادر شاہ عرف " بھورل شاہ " تھا ، آپ خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے ، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے اور فارسی کی تعلیم " بیر جو گوٹھ " میں حاصل کی ، آپ نے عربی علوم کی تحصیل حضرت مولانا عبدالقادر صاحب پہنوری تحصیل پنو عاقل ضلع سکھر کے مدرسہ میں کی ظاہری تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے باطنی علم کی تحصیل اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں شروع کی ، لیکن آپ کے والد صاحب جلد ہی اس دار فانی سے کوچ کر گئے ، آپ کے والد صاحب اپنی وفات کے وقت اشارتاً فرما گئے تھے کہ سندھ کے مشرق میں ایک ولی کامل اور جنید وقت موجود ہے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانیت کے درس کی تکمیل کی جائے حضرت امروٹی رحمہ اللہ اس بزرگ کامل کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بے تاب تھے کہ ایک شب کو عالم رؤیا میں اس بزرگ کی تصویر بھی دیکھ لی ، اس کے بعد آپ سید السالکین قدوۃ العارفین جنید وقت حافظ محمد صدیق صاحب کی زیارت کے لئے بھرچونڈی شریف تحصیل اوباڑو ضلع سکھر تشریف لے گئے بھرچونڈی شریف پہنچنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب اپنے مرشد کی زیارت کے لئے " سوئی شریف " تشریف لے گئے ہیں حضرت امروٹی رحمہ اللہ اسی وقت سوئی شریف روانہ ہوئے خانقاہ کے متصل ایک کنواں تھا آپ اس پر وضو کرنے کے لئے بیٹھ گئے تو آپ نے ایک نورانی چہرہ والا آدمی آتے ہوئے دیکھا ، وہ شکل و صورت میں وہی تھا جو آپ کو عالم رویا میں دکھایا گیا تھا ، حافظ صاحب کی زیارت کے بعد قلب کو تسکین ہوئی اور جس مطلوب کی تلاش تھی وہ آپ کو حاصل ہو گیا تھا ، مگر ہوا یہ کہ نماز عصر کا وقت تھا اور حافظ صاحب نماز عصر کے بعد اونٹ پر سوار ہو کر بھرچونڈی شریف چلے گئے اور حضرت امروٹی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی وقت الٹے پاؤں حافظ صاحب کے پیچھے روانہ ہوئے اور عشاء کے وقت اپنے مرشد سے ملاقات کی ،

چالیس دن کی مسلسل اور متواتر ریاضت کے بعد آپ خرقہ خلافت سے نوازے گئے حصول خلافت کے بعد آپ اپنے مرشد کے حکم سے " امروٹ شریف " تحصیل گڑھی یاسین ضلع سکھر کو اپنا مسکن بنایا ،

امروٹ شریف میں ایک پرانا قبرستان تھا جہاں بزرگ صاحب کے آباد اجداد کے مقابر تھے جن پر سندھ کے قدیم رسم و رواج کے مطابق بدعات اور مشرکانہ رسومات ہوتی تھیں ، گرد و نواح کے لوگ (ہندو اور مسلمان) یہاں آتے تھے اور مشرکانہ رسمیں بجا لاتے تھے ،

جب آپ امروٹ میں تشریف لائے تو بالکل تنہا تھے ، سب سے پہلے آپ نے ان مشرکانہ رسومات کی بیخ کنی کی ، اس کے بعد بھنگ نوشی کے اڈوں کو ختم کیا ، اور زمین کے ایک قطعہ پر کچی مسجد بنا کر اس پر نماز پڑھنا شروع کی دریں اثنا آپ کی خدمت میں کچھ طلباء اور فقراء پہنچنا شروع ہوئے کچھ عرصہ بعد آپ کے گرد ذاکرین جمع ہو گئے آپ نے ان کی مدد سے ایک پختہ جامع مسجد کی بنیاد ڈالی اور ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا ،

امروٹ شریف کے مقامی زمیندار نے آپ کی مدد کرنا چاہی لیکن اس متوکل عارف نے شکریہ کے ساتھ انکار کیا ، امروٹ شریف میں ابتدائی دور میں آپ کو بہت سی تکالیف اور مصائب جھیلنا پڑیں ، آپ کو بسا اوقات فاقہ اور بسا اوقات ساگ پات پر گذارہ کرنا پڑتا تھا ، مگر جلد ہی آپ کی روحانیت اور بزرگی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی ،

سندھ، بلوچستان اور پنجاب سے طالبان راہ حق آپ کی خدمت میں آتے اور روحانی فیض حاصل کر کے واپس جاتے،

جمعہ کے روز دور دور سے لوگ نماز جمعہ میں شرکت کے لئے جوق در جوق امروٹ شریف آتے تھے، آپ سنت کی سختی سے تلقین کرتے تھے کسی بھی نو وارد کے لئے نماز کی پابندی پہلی شرط تھی،

مشہور عالم دین اور شہرہ آفاق سیاستدان مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ جوانی کے زمانہ میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر امروٹ شریف آئے تھے اور یہیں قیام کیا تھا اور ایک پریس محمود المطابع نامی کھولا تھا جس سے کئی دینی کتابیں شائع ہوئیں اور ایک سندھی ماہنامہ ہدایت الاخوان کافی عرصہ تک شائع ہوتا رہا،

امروٹ شریف نومسلموں کے لئے امن و آشتی، پناہ اور تربیت کی جگہ تھی، آپ کے دست مبارک پر تقریباً ۷ ہزار غیر مسلم کلمہ توحید پڑھکر مشرف بہ اسلام ہوئے،

آپ نے ملکی سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، آپ نے وطن کی آزادی کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے انکو سندھ کا مورخ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا،

آپ نے تحریک خلافت، تحریک ہجرت اور کئی دوسری تحریکوں میں حصہ لیا،

آپ نے ۵ نومبر ۱۹۲۹ء کو بوقت ایک بجے شب اس دار فانی کو الوداع کہا اور عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۷۲ سال کے قریب تھی،

آپ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجوی، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب سھریجانوی، حضرت مولانا محمد صالح صاحب بانجوی، حضرت مولانا عبدالکریم صاحب محمد پوری اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری مشہور ہو گذرے ہیں، آپ کی آخری آرام گاہ امروٹ شریف میں مرجع عام و خاص ہے،

سانحۂ ارتحال

حضرۃ اقدس مولانا المحترم الشیخ محمد عبیداللہ انور زید مجدہم کے خصوصی صاحب تعلق اور انجمن خدام الدین کے محسن و مہربان جناب میاں محمد صادق صاحب کے بہنوئی میاں محمد عمر صاحب آف ڈی، ایم ٹیکسٹائل ملز راولپنڈی پچھلے دنوں اسلام آباد سے راولپنڈی تشریف لا رہے تھے کہ پیچھے سے کار کو ویگن نے ٹکر ماری اور میاں صاحب وہیں اللہ کو پیارے ہو گئے،

آپ کے ساتھ آپ کے ایک دوست جناب محمد علی صاحب آف حاصل پور چشتیاں بھی تھے جو تین دن کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے یہ صدمہ میاں صاحب اور پورے خاندان کیلئے بہت ہی المناک ہے، مرحوم میاں صاحب بڑے ہی مخلص، خدا ترس اور صالح انسان تھے، اللہ تعالیٰ اس ناگہانی موت کو میاں صاحب کے حق میں شہادت کا باعث بنائے اور پورے خاندان کو صبر و اجر جمیل سے نوازے،

ادارہ خدام الدین اپنے تمام متعلقین سے درخواست کرتا ہے کہ وہ میاں صاحب اور مرحوم محمد علی صاحب کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعا فرمائیں،

(غمزدہ — علوی)

بقیہ لباس ....

اے اللہ میں تجھ سے اسکی بھلائی کا اور جس غرض کے لئے یہ ہے اسکی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اسکے شر سے اور جس غرض کے لئے ہے اسکے شر سے پناہ مانگتا ہوں،

دعا نمبر ۴،

اللھم لک الحمد انت کسوتنیہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ،

اے اللہ تیرا شکر ہے تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اسکی بھلائی کا اور جس غرض کے لئے بنایا گیا ہے اسکی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اسکے شر سے اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اسکے شر سے پناہ مانگتا ہوں،

دوسرے شخص کو نیا لباس پہنے ہوئے دیکھے تو یہ دعا پڑھے ،،

اَبلِ وَاخلِق ثم ابل واخلق ثم ابل واخلق ویخلف اللہ،،

پہنو اور پھاڑو پھر اور پہنو اور پھاڑو پھر اور پہنو اور پھاڑو خدا تمہیں اور دے ،

عورتوں کے بارے میں ارشاداتِ نبوّت

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد ——— واہگہ، لاہور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک مرتبہ مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر میں نے عورتوں کو پایا، وجہ یہ ہے کہ وہ کفر کرتی ہیں عرض کیا گیا کہ کیا وہ اللہ کا کفر کرتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ شوہر کا کفر کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں،، (اے شخص) اگر تو کسی عورت کے ساتھ زمانہ دراز تک احسان کرتا رہے بعد اس کے کوئی خلاف طبیعت بات تجھ سے دیکھ لے تو (فوراً) کہہ دیگی کہ میں نے تجھ سے کبھی آرام نہیں پایا (بخاری)

۲۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے کسی طرح سیدھی نہیں ہو سکتی، اس کی کجی کے ہوتے ہوئے ہی اس سے نفع حاصل کر سکتے ہو اگر اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو توڑ دوگے اور عورت کا توڑنا طلاق دینا ہے (مسلم)

۳۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی فتنہ مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان پہنچانے والا نہ ہوگا۔ یعنی ان سے زیادہ فتنہ بلا و مصیبت میں ڈالنے والی اور کوئی چیز نہیں ہوگی (بخاری و مسلم)

۴۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی تمہیں کسی اچھے دیندار اور اچھے اخلاق والے لڑکے یا لڑکی کا رشتہ میسر ہو اس کو قبول کر کے نکاح میں جلدی کرو اگر ایسا نہ کروگے تو بڑے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہے (ترمذی)

یعنی اگر مال و جاہ کی تلاش میں رہ کر تاخیر کروگے تو بہت سے لڑکے اور لڑکیاں بغیر نکاح کے رکی رہینگی، جس سے بداخلاقی اور زنا وغیرہ ہوگا اور اس کی وجہ سے تباہی و بربادی آئیگی،

(مرقاۃ)

۵۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقویٰ کے بعد سب سے بڑی نعمت ایک مؤمن کے لئے نیک بیوی ہے جس کو حکم کرے تو وہ فرمانبرداری کرے اس کو دیکھے تو شوہر کا دل خوش کر دے اور اس کے بھروسے پر شوہر کوئی قسم اُٹھالے تو وہ بیوی اس کو پورا کر دے (ابن ماجہ)

۶۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نکاح کے ذریعہ آدھا دین محفوظ ہوجاتا ہے چاہئے کہ خدا سے ڈر کر باقی آدھے دین کی حفاظت کیجائے۔ (بیہقی)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین میں خرابی بدکرداری یا حرام خوری دو طریقوں سے آتی ہے، نکاح کرنے سے نفس اور شیطان کے مکر و فریب سے بچ سکتا ہے کہ نگاہ کے گناہ اور بدچلنی کی راہ سے محفوظ رہتا ہے، آگے روزی کمانے اور کھانے پینے کے حرام طریقوں سے بچنا آدھے دین کی حفاظت کا سبب ہوجائیگا

۷۔ بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عورت کو غلام کی طرح نہ مارو، کیونکہ آخر اسی سے تمہیں پالا پڑیگا۔ (مشکوٰۃ)

۸۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کامل ایمان والے مومن وہ بھی ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے خوش خلق اور نرم مزاج ہیں،، ترمذی

۹۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں مل گئیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی (۱) شکر گذار دل، (۲) اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والی زبان، (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن، (۴) امانت دار بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے۔ مشکوٰۃ،

۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق سے زیادہ بغض والی کوئی چیز خدا نے زمین پر پیدا نہیں فرمائی۔ (مشکوٰۃ)

۱۱۔ بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بد ترین اور خدا تعالیٰ کی نظروں میں گرا ہوا وہ مرد یا عورت ہے جو خلوت خاص (راز) کی باتیں کسی دوسرے سے کہے، (ابوداؤد)

۱۲۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کرے پھر اس سے جو بچہ پیدا ہو وہ جذام (کوڑھ) میں مبتلا ہوجائے تو اسے اپنے ہی نفس کو ملامت کرنی چاہئے (اوسط)

۱۳۔ بنی اکرم صلی [illegible] نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمی [illegible] (۱) دیوث، (۲) وہ [illegible]

باقی [illegible]

خوشامد ــــــ زندگی کے ہر شعبہ پر قابض بد روح

حکمرانوں کو اپنے گرد و پیش کے افراد کے دلوں کی دھڑکنیں پہچان لینی چاہئیں

کلیم اللہ ملک میانوالی

خوشامد پسندی نے جہاں اچھے بھلے افراد کو ان کے مقامات سے گرا دیا ہے وہاں یہ قبیح فعل ملکوں کی قسمتوں پر بھی بری طرح اثر انداز ہوا اکثر ملکوں کی سیاسی تاریخ کو تبدیل کرنے میں بھی اسی فعل کا عمل دخل ہے، اپنے ملک میں آزادی کے چند سال بعد ہمیں خوشامد پسند و خوشامد پرست افراد اہم عہدوں پر فائز ہوتے نظر آتے، ہمارے ملک کی سیاسی تاریخ کا پورا ڈھانچہ اسی فعل کے ارد گرد گھومتا رہا اور جو بھی حکومت پر قابض ہوا پھر اسے اپنے مقابل کوئی شخص نظر نہ آیا، خوشامدیوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ فلاں صدر پاکستان ہی اصل پاکستان ہیں اور فلاں صدر کے مقابلہ کا کوئی شخص اگر ہے تو نکال لائیے اور مقابلہ کیجئے اور پھر ایسا دور آیا کہ پوری قوم خوشامد میں رطب اللسان نظر آتی ہے ایسے حاکم و عام افراد جو تاریخی کردار ادا کر سکتے تھے،

خوشامدیوں کے گھیرے میں پھنسنے کے بعد کسی کام کے نہ رہے، دراصل منہ پر تعریف حضرت انسان کو مغرور بنا دیتی ہے، مغرور ہو جانے کے بعد انسان کے اندر خلوص ناپید ہو جاتا ہے دوسرا محنت کا جذبہ بھی ماند پڑنے لگتا ہے اور یہ ایسا شیطانی داؤ ہے جو کسی ایک شخص کے مقاصد کی تکمیل کی راہ ہموار کرتا ہے تو سینکڑوں اور کہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی حسرتوں اور تمناؤں کا قاتل بن جاتا ہے، اگرچہ خوشامد پسند شخص بھی بالواسطہ مجرم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً "مسکا لگانے" یعنی منہ پر تعریف کر کے انسانی کمزوری سے فائدہ اٹھانے والا اصل مجرم ہوتا ہے اور اس پر لاکھوں انسانوں کے مقاصد سے کھیلنے کا بوجھ لدا ہوا ہوتا ہے،

مومن کے لئے کسی کی حوصلہ افزائی تو ضروری ہے لیکن خوشامد کی حد تک بالکل جائز نہیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تم نے کسی کی منہ پر تعریف کی تو اسے قتل کر ڈالا، حدیث نبوی سے یہ اخذ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ تعریف کرنے والا قاتل انسان نہ سہی لیکن انسان کے اندر کے نیکی کے جذبہ کا قاتل ضرور ہوتا ہے اور وہ شخص جو ہزاروں انسانوں کے لئے مفید ہو سکتا ہو اسے ایسی راہ پر لگا دیا جائے کہ وہ انسانوں سے نفرت کرنے لگ جائے، اپنی طاقت اور غرور کے پاؤں تلے انسانیت کو روندنا شروع کر دے تو یہ انسانیت کے لئے بہت بڑا المیہ ہوگا" اور یہی وہ ناقابل معافی نقصان ہے جو خوشامدی حضرات اپنی مقصد برآری کی خاطر مگر انسانیت کا شب و روز کر رہے ہیں اور اسکا تدارک سوائے اسکے نہیں ہو سکتا کہ جسکی تعریف کی جا رہی ہو وہ اسکے منہ میں مٹی ڈالے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور حضرت کی تعریف شروع کر دی آپ کی علمی قابلیت اور تنظیمی صلاحیتوں پر ڈونگرے برسانے شروع کئے تو حضرت نے فرمایا کیا آپ نے بات کر لی ہے اس شخص نے جواب دیا جی ہاں. حضرت نے مٹی اٹھائی اور منہ پر دے ماری، وہ شخص سٹپٹا گیا، عرض کی حضرت میں نے آپکی تعریف کی ہے کوئی بری بات نہیں کی اور ایسی باتیں کی ہیں جو آپ کے اندر موجود ہیں تو جناب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور بلا تشخیص کہ جو شخص تمہارے منہ پر تعریف کرے اس کے منہ پر مٹی دے مارو میں نے حدیث نبوی پر عمل کیا ہے ناراض نہ ہونا، اس شخص نے آئندہ خوشامد سے توبہ کر لی اور اس کے نقائص سے خوب آگاہ ہوا،

خلیفہ مامون رشید نے اپنے تجربات و مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خوشامدی شخص تمہاری برائیوں اور بھلائیوں دونوں کو پسندیدہ بتلائے گا اور اس طرح برائی اور بھلائی کی تمیز ختم ہو جائیگی اور تعریف سنتے سنتے انسان میں رعونت پیدا ہو جاتی ہے اور اسکے کردار پر فرعونیت غالب آجاتی ہے"

حضرت سعدیؒ کا قول ہے کہ خوشامد انسان کو

دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے، تعریف سن
سن کر انسان کھوکھلا ہو جاتا ہے اسکے اندر ٹھوس
شخصی اسکا کام ختم ہو جاتا ہے اور پھر ایسی لذت
محسوس ہوتی ہے کہ جب تک دن میں اکثر اوقات
اسکے ارد گرد خوشامدیوں کا گروہ اکٹھا ہو کر اسکی
تعریف نہ کریں اسکا جینا محال ہو جاتا ہے

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ خوشامدی
لوگ تیرے لئے تکبر کا غم ہیں اس لئے کہ نہایت
عاجز شخص بھی خوشامدیوں کے لگائے ہوئے
پکوں کے برداشت نہیں کر سکتا اور آخر کار اسکی
شرافت و انکساری ایک نہ ایک دن خوشامدیوں
کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتی ہے

ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
آپ کی تعریف شروع کر دی، وہ کہتا جا رہا تھا کہ
آپ نے جس طرح نظام حکومت چلایا اس سے
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں آپکے ہم پلہ
کوئی حاکم نہیں ہو سکتا آپ تو بہت بڑے منتظم
اور منصف ہیں، حضرت عمرؓ نے اسکی ادھوری بات
ہی میں ٹوک دیا اور فرمایا کہ کیا تمہیں جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یاد نہیں ہے
کہ کسی کے منہ پر تعریف کرنا قتل کے برابر ہے
اور پھر فرمایا کہ میرے مومن بھائی یہ رب کی
رحمت ہی ہو گی ورنہ عمر کا اپنا حال تو یہ تھا کہ
جب بکریاں چرانے جاتا تو ۱۰ کی ۸ واپس لاتا
اور یہی کہتا کہ اسی حساب سے لے گیا تھا اسی
حساب سے واپس لایا ہوں،

جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس قبیح عادت
کا سختی سے تدارک فرمایا اور اپنے عہد حکومت
میں ایسے افراد کے لئے کوئی گنجائش پیدا ہی نہ
فرمائی جو تعریف کر کے انسانی جذبہ نیکی کو قتل
کر ڈالنے والے ہوں، حضرت علیؓ کا قول ہے
کہ خوشامد اور تعریف دراصل شیطان ہی کے
مضبوط داؤ ہیں،

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو جنگل میں
شیطان نے قابو کرنے کی کوشش کی اور آخر
کار کہا کہ آپ کو آپ کے علم نے بچایا ہے
اور یہ آخری داؤ کے طور پر اس نے خوشامد کا
حربہ استعمال کیا، لیکن خدا کے بندے شیطان
کے داؤ میں کبھی نہیں آتے آپ نے فرمایا
کہ اے شیطان مردود میرے رب ہی کی
رحمت نے بچایا ہے، میں تیرے داؤ سے
اپنی کسی صلاحیت کے بل بوتے پر نہیں
بچا،

خوشامدیوں کا گروہ انتہائی خطرناک ہے
وہ اپنے شکار نظر میں رکھتے ہیں اور پھر انکی
ایسی ذہنی تربیت شروع کرتے ہیں کہ وہ لوگ
حقیقت پسندانہ مخالفت کو بھی اپنی ذلت تصور
کرتے ہیں، اس ایک عادت پڑ جانے کے بعد مخلص
لوگ اس شخص سے کٹنا شروع ہو جاتے ہیں
اور اسکی محفلوں میں صرف وہی مفاد پرست
رہ جاتے ہیں جو اپنے مفادات کے تحت
ان کے ارد گرد رہنے ہی میں عافیت سمجھتے
ہیں،

ایٹمی دور میں ایسی روایات ختم ہو جانی چاہئے
تھیں، اسلئے کہ زندگی تیز سے تیز تر ہوتی
جا رہی ہے، لیکن سبک رفتاری بھی ان
ناپاک منصوبوں سے دامن نہیں چھڑا سکی
عملی طور پر نا اہل لیکن تیز طرار زبان رکھنے
والے انسانوں کا ایک گروہ ابھی تک یہاں
موجود ہے جو صبح سے شام تک چوہدریوں
کو مسکا لگاتے ہیں، اور انکے لئے جاسوسی
کر کے معاشرہ پر انکی گرفت مضبوط تر بنانے
میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، ہر شخص کو اپنے
ارد گرد کے افراد کی دلوں کی دھڑکنیں محسوس
کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ دل میں یہ محسوس
کر سکیں کہ خوشامدی کون ہے اور اخلاص کس
کے پاس ہے،

خوشامد ایک بڑی معاشرتی برائی ہے اور
بہت ہی معمولی اقدامات سے اسے ملیامیٹ
کیا جا سکتا ہے، ہر شخص یہ عہد کرے کہ اس
نے تعریفی کلمات نہیں سننے تو وطن عزیز
میں سے یہ لعنت چند دنوں میں دور ہو سکتی ہے

بقیہ : عورتوں کے۔ ۔ ۔ ۔

لباس وغیرہ اختیار کرے، ۱۳ - شراب کا
عادی، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
دیوث سے کیا مراد ہے، ارشاد فرمایا کہ وہ
مرد جو اس کی پرواہ نہ کرے کہ اسکی بیوی کے
پاس کون آتا ہے اور کون جاتا ہے،
جمع الفوائد،

۱۴، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے
میں چلنے والی ایک عورت سے جو آگے آگے
چل رہی تھی فرمایا کہ بیچ راستہ سے ہٹ کر
چلو، اس نے کہا کہ راستہ تو بہت چوڑا ہے
آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اسے چھوڑ
دو، یہ ہماری بات نہیں سنیگی اونچے دماغ والی ہے
رزین،

آجکل بیچ سڑک میں نازو انداز سے چلنے والی
اونچے دماغ والیوں کی کثرت روز افزوں ہے
انوار الباری،

۱۵ - کوٹھیوں پر اگی ہوئی سبزی اور ہریالی
سے بچو،، ایک محدث لکھتا ہے کہ اس سے
مراد وہ خوبصورت عورت ہے جو خراب ماحول
میں بڑھی اور پلی ہو،، (انوار الباری)

گل شاہ ضیف خان سالک
(پشاور یونیورسٹی)

اسلام اور فن مصوّری

بلاضرورت تصویر کشی ——— تصویر پرستی کے مترادف ہے

مسلمانوں نے نقّاشی میں لاثانی مقام حاصل کیا ہے

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ : ——— امّا بعدُ

فن مصوری وہ فن ہے جس کے ذوق پر اقوام عالم کی ترقی وتنزلی کا بہت کچھ دارومدار ہے یہ فن ایسا قدیم ہے کہ اگر قدامت کے اعتبار سے اس کو فطرت انسانی کا لازمہ قرار دیا جائے تو بیجا نہیں ہوگا، ہر زمانے اور ہر ملک اور ہر قوم میں یہ کم وبیش جاری رہا ہے، اس زمانہ میں جس قوت کی نگاہ سے یہ فن دیکھا جاتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، اہل عرب کو اس فن کا چسکا ابتداء ہی سے لگا ہوا تھا،

طلوعِ اسلام سے قبل عرب عام بت پرستی اور تصویر پرستی میں مبتلا تھے، حتیٰ کہ انہوں نے بیت اللہ شریف کو ۳۶۰ بتوں سے مزین کر رکھا تھا اور خانہ کعبہ کی دیواروں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بالکل خیالی تصویریں بنا کر رکھی ہوئی تھیں، عرب قوم ان بتوں کی پرستش کرتی اور ان سے اپنی مرادیں مانگتی تھی، کیونکہ وہ ان بتوں کو حاجت روا سمجھتی تھی، اس طرح تصویروں اور مجسموں کو اہم مذہبی حیثیت حاصل تھی، مگر اسلام کے آتے ہی بت پرستی اور تصویر پرستی کے خلاف عام جہاد شروع ہوگیا، کیونکہ تصویر اور بت شرک کی جڑ ہے، اور یہ جہاد اس لئے ضروری تھا کہ عرب کی قوم شرک اور بت پرستی کے خطرے سے بچی رہے،

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کا مبارک دور ہمارے سامنے ہے ان کے عہد میں تصویر سازی کا فن مُردہ اور بے جان معلوم ہوتا تھا، تصویر سازی کے بارے میں ان کا رویہ بہت سخت تھا کیونکہ اگر وہ اس میں ذرہ بھر بھی نرمی کا مظاہرہ کرتے تو عظیم فتنے یعنی شرک کا زبردست خطرہ موجود تھا، بڑی بڑی شخصیتوں کی رنگدار تصویریں کمروں اور گھروں میں آویزاں کرنا اور ان کو بنظر تقدیس دیکھنا مطلقاً ناجائز اور حرام ہیں، بلاضرورت تصویروں کا بنانا یا بنوانا حرام ہے کیونکہ تصویروں کے آزادانہ استعمال سے اس بات کا ڈر رہتا ہے کہ کہیں کمزور عقیدہ اور ایمان کے لوگ تصویر پرستی کے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں،

ایک نکتہ قابل وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ نہایت اشد ضرورت کے تحت تصویر بنانا، بنوانا جائز ہے، شناختی کارڈ یا مجرموں کی تصویریں اخبار میں شائع کرنا وغیرہ، ———

قرونِ وسطیٰ میں ہارون الرشید کے عہد میں سائنس کے بعض مشکل اور پیچیدہ مسائل کو تصویر کے ذریعے حل کیا جاتا تھا، مامون الرشید کے عہد کے مشہور مترجم حسنین بن اسحاق نے آنکھ کی پتلی اور متعلقہ عضلات کو واضح کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ تصویر بنائی تھی، اس کے علاوہ دمیری، جاحظ، رازی، وغیرہ کی کتابیں اس قسم کی تصویروں سے بھری پڑی ہیں،

جہاں تک تصویر کشی کا تعلق ہے مسلم فقہا علماء، محدثین تصویروں (جاندار چیزوں کی تصویر کشی اور تصویر سازی) بالکل ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں اور اپنی دلیل کیلئے مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ بطور سند پیش کرتے ہیں،

(۱) — ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ رضؓ اور ام سلمہ رضؓ نے حبش میں ایک کنیسہ دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں، ام المومنین رضؓ نے حضور پاک صلعم کے سامنے اس کنیسہ کا ذکر کیا، آپ نے اس پر فرمایا، ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ جب ان میں کوئی صالح شخص ہوتا تو اس کے مرنے کے بعد وہ

اس کی قبر پر عبادت گاہ بنالیتے، اس میں تصویریں بنالیا کرتے، یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں بدترین قسم کے ہیں"، بخاری کتاب الصلوٰۃ

۲: حضرت سعید بن الحسن رض روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رض کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اے ابن عباس رض، میں ایسا شخص ہوں جو کہ اپنے ہاتھ سے روزی کماتا ہوں، میرا روزگار تصویریں بنانا ہے ابن عباس رض نے کہا کہ میں تم سے وہی بات کہونگا جو میں نے حضور پاک سے سنی ہے کہ جو شخص تصویر بنائیگا اللہ تعالیٰ اسے عذاب دیگا اور اسے نہ چھوڑیگا جب تک وہ اس میں روح نہ پھونکے اور وہ کبھی روح نہ پھونک سکیگا یہ سن کر اس شخص کا رنگ زرد پڑگیا، اس پر حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ بندہ خدا اگر تصویر بنانی ہے تو اس درخت کی بنا یا اس چیز کی بنا جس میں روح نہ ہو۔ بخاری شریف کتاب البیوع، مسلم شریف کتاب اللباس،

۳: حضرت عبداللہ ابن عمر رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائیگا اور ان سے کہا جائیگا جسکو تم نے بنایا ہے اسکو زندہ کرو"، بخاری، مسلم، کتاب اللباس نسائی و مسند احمد،

۴، حضرت عائشہ رض نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تصویر کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس حدیث کے آخر میں حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں فرشتے نہیں جاتے بخاری، وموطا،

۵: حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لائے، میں نے اپنے دروازے پر پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں پر دار گھوڑوں کی تصویریں تھیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اسے اتار دو، چنانچہ میں نے اتار دیا۔ مسلم شریف کتاب اللباس، نسائی شریف کتاب الزینۃ

۶: حضرت عمر فاروق رض فتح شام کے موقع پر عیسائیوں کے کنیسوں میں نہیں داخل ہوتے کہ ان میں تصویریں تھیں، بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ

جہاں تک نقش ونگاری کا تعلق ہے مسلمانوں نے اس میں فقید المثال ترقی کی ہے، خصوصاً قرون وسطیٰ میں فن نقاشی عروج پر تھا، عباسیوں اور فاطمیوں کی طرح اسپین کے حکمران اموی بھی فن نقاشی کے دلدادہ تھے، انہوں نے اپنے اپنے عہد میں شاندار محل اور عمارتیں تعمیر کرائیں جو کہ نقش ونگاری سے آراستہ وپیراستہ ہیں، اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کے اختتام پر احمری سلطانوں نے الحمراء کی ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی تھی جو اپنی نوعیت کی مثال آپ تھی یورپ کے بعض عجائب خانوں میں بعض نمونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صقلیہ کے مسلمانوں نے ریشمی کپڑوں اور قالینوں پر نقش ونگاری میں جو کمال حاصل کیا تھا اس میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے"۔

شعروشاعری کی طرح نقش ونگاری کی بھی ہندوپاک میں خوب آؤ بھگت ہوئی چنانچہ التمش کے زمانے میں شاہی محلوں پر قدرتی مناظر کی نقاشی قابل ذکر ہے جو قابل دید تھی، محمد بن تغلق اور فیروز تغلق کے ادوار میں بھی فن نقاشی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا،

محمد بن تغلق کے عہد کی نقش ونگاری کا زندہ ثبوت اب بھی کلکتہ آرٹ گیلری میں موجود ہے مسلمانوں کا نظام تعلیم صـ۲۷۲،

فیروز تغلق نقاشی کا اتنا دلدادہ تھا کہ وہ محل خیموں، دروازوں، دیواروں کے علاوہ کرسیوں پر بھی سینریاں (قدرتی مناظر) بناتا تھا اور اس پر بھی نقاشی کا کام کرواتا تھا

مغلیہ سلطنت کے عہد میں اور خصوصاً ظہیر الدین بابر، نصیر الدین ہمایوں، جلال الدین اکبر کے زمانے میں نقاشی کا فن پورے عروج پر تھا ان مصوروں میں میر سید علی تبریزی اور خواجہ عبدالصمد کے علاوہ عبدالرحیم خانخان، میاں ندیم اور مولانا شفیق کے نام قابل ذکر ہیں،

مقالات شبلی ج صـ۱۵۹ تا صـ۱۶۰"،

بقیہ: احادیث الرسول ؐ

افراد کو سلام کہیں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے (بخاری و مسلم) سلام کے ساتھ مصافحہ اور پھر معانقہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ مصافحہ کا ذکر ابوداؤد میں موجود ہے۔ کہ جب اہل یمن واپس آئے تو انہوں نے مصافحہ کیا یہ ادا پسند آ گئی۔

اسی طرح ترمذی میں مصافحہ کا ذکر ہے۔ بعض صحابہ رض سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کا بوسہ بھی ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ اور واجب الاحترام حضرات کے ساتھ ایسا معاملہ [illegible] سکتا ہے جب کہ بڑوں [illegible] پر شفقت ہے۔

ابو عمار زاہد الراشدی

شاہراہِ عزم و استقلال کا ایک عظیم مسافر

سید شمس الدین شہید

سید شمس الدین شہید رح بلوچستان کے وہ جوان سال اور باعزم راہ نما تھے جنہوں نے مختصر سی زندگی میں عزم و استقلال اور جرأت و بہادری کی روایات کو زندہ کیا اور دینی اقدار کی سربلندی اور جمہوری روایات کی عملداری اور ملکی سالمیت کے تحفظ کی جدوجہد کرتے ہوئے ۱۳ مارچ ۱۹۷۴ء کو جام شہادت نوش کر گئے،

سید شمس الدین شہید رح کا تعلق خانوادہ سادات سے تھا اور ان کا شجرۂ نسب تیس واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے سادات میں سے سید شمس الدین رح کا قبیلہ آل حریف کہلاتا ہے، اس قبیلہ کے سربراہ سید حریف رح بخارا سے ہجرت کر کے ژوب کے علاقہ میں آباد ہوئے یہ وہ دور تھا جب احمد شاہ ابدالی نے امام الہند شاہ ولی اللہ رح اور دوسرے زعماء ہند کی دعوت پر مرہٹوں کی شورش کو کچلنے کے لئے پانی پت کا تیسرا اور آخری معرکہ بپا کیا تھا، سید حریف رح اپنے خاندان کو ژوب سے ۳۰ میل دور پشین کے علاقہ میں آباد کر کے خود احمد شاہ ابدالی کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور اسی جہاد میں جام شہادت نوش کر گئے،

اسی خاندان نے بلوچستان میں فرنگی اقتدار کے خلاف تحریک مزاحمت میں بھی نمایاں حصہ لیا چنانچہ ۱۸۹۰ء میں گورنر رابرٹ سنڈیمن نے ژوب میں لشکر کشی کی تو تحریک آزادی کی قیادت سید شمس الدین شہید کے پردادا مولانا عبد الحق صاحب رح کر رہے تھے، سنڈیمن نے اس خاندان کو غدار قرار دیدیا مگر کچلنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور بالآخر مولانا عبد الحق رح کے ساتھ اسلامی امور اور قبائلی معاملات میں عدم مداخلت کے سمجھوتے کے بعد ہی گورنر رابرٹ سنڈیمن ژوب کو فورٹ سنڈیمن کے نام سے اپنا ہیڈ کوارٹر بنانے میں کامیاب ہو سکا مولانا عبد الحق رح کے پوتے مولانا سید محمد زاہد مدظلہ خطیب کی مسجد ژوب کے ہاں ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ کے روز سید شمس الدین شہید رح کا تولد ہوا، ابتدائی تعلیم والد محترم سے حاصل کی ژوب ہائی سکول میں میٹرک کیا، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مدرسہ مخزن العلوم خانپور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں، حضرت مولانا عبد الحق صاحب، حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رح، اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر، جیسے عظیم اساتذہ کے زیر سایہ دینی علوم کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۶۹ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی، راقم الحروف کو بھی دورۂ حدیث میں سید شمس الدین شہید رح کی رفاقت حاصل رہی ہے، طالب علمی کے دوران سید شمس الدین رح کا تعلق معروف طالب علم تنظیم جمعیۃ طلباء اسلام سے تھا اور کچھ عرصہ کے لئے بلوچستان شاخ کے صدر بھی رہے، فراغت کے بعد جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو گئے اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں علاقہ کے سرکردہ نواب تیمور شاہ جوگیزئی کو شکست دیکر صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے اور اسمبلی کے باقاعدہ انعقاد پر آپ کو ڈپٹی سپیکر چن لیا گیا، صوبائی اسمبلی میں آپ نیپ جمعیۃ مخلوط پارلیمانی پارٹی کے ایک اہم رکن تھے، لیکن اسلامی نظام و قوانین کی عملداری کے سلسلہ میں آپ نے اپنے ساتھیوں سے محاذ آراء ہونے سے بھی گریز نہیں کیا، اور ڈسپلن سے زیادہ حق کی حمایت اور غلط بات کی مخالفت کے اصول پر کاربند رہے جس کی بنا پر آپ کے سیاسی رفقاء کو آپ سے شکوہ رہا، نیپ جمعیۃ حکومت کے خاتمہ اور بلوچستان میں بھٹو حکومت کے فوجی ایکشن کے بعد سید شمس الدین رح

نے ایک عوامی راہنما کی حیثیت سے بلوچستان
کے بیدار اور غیور عوام کے جذبات کی ترجمانی کی
اور ملک بھر کے دورے کر کے بلوچستان کے عوام
کی حب الوطنی کے بارہ میں پھیلائے گئے شکوک
وشبہات کا ازالہ کیا ـــــــ

اسی دوران آپ کو جمیعتہ علماء اسلام بلوچستان
کا امیر چن لیا گیا، اور علماء حق کے قافلہ کے اس
جواں سال قائد نے حق وصداقت کی سربلندی
کی خاطر اپنے عظیم اسلاف کی روایات کو زندہ
رکھا، ژوب میں منکرین ختم نبوت کی طرف
سے خلاف اسلام لٹریچر کی تقسیم پر سید شمس الدینؒ
نے احتجاج کیا جو تحریک کی شکل اختیار کر گیا
ژوب میں طویل عرصہ ہڑتال رہی، مظاہرے
ہوئے، اور آپ کو حراست میں لے لیا گیا
بالآخر اس سلسلہ میں عوامی مطالبات کی
منظوری اور آپ کی رہائی کے بعد یہ تحریک
تکمیل کو پہنچی ـــــــ

سید موصوف نے اپنی مختصر سیاسی زندگی
میں جن مقاصد کے لئے جدوجہد کی ان
میں اسلامی نظام کا نفاذ، عقیدہ ختم نبوت
کا تحفظ سرفہرست ہے اس کے بعد انہوں
نے جمہوری اقدار کی سربلندی اور ملکی سالمیت
کے تحفظ کے لئے بھی نمایاں کردار ادا کیا،

اس دور میں جب بھٹو حکومت کی بلوچستان
پر فوج کشی کے بعد بلوچستان کے عوام کی حب
الوطنی کے بارے میں منفی پروپیگنڈہ عالمی
سطح پر ہو رہا تھا، سید شمس الدین شہیدؒ نے
ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کر کے پاکستان
کی وحدت اور ملکی سالمیت کے حق میں زوردار
آواز بلند کی اور اس حقیقت کا برملا اظہار
کیا کہ بلوچستان کے عوام پاکستان کے محب وطن
شہری ہیں، اور وہ ملکی سالمیت کے تحفظ
کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے

تھنکرز ہوٹل لاہور میں جمیعتہ طلباء اسلام
کے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے سید
موصوف نے کہا،

بلوچستان پاکستان کا ایک حصہ ہے
اور پاکستان ہی کا حصہ رہیگا، بلوچستان
کے عوام پاکستان کی سالمیت کے لئے کسی
قربانی سے گریز نہیں کرینگے،، ـــــــ

جامع مسجد گکھڑ میں ایک اجتماع سے خطاب
کرتے ہوئے فرمایا کہ،

بلوچستان میں جو کچھ کیا جا رہا ہے اس
کا مقصد یہ ہے کہ پنجاب اور بلوچستان کے
عوام کے درمیان نفرت کا بیج بو کر علیحدگی
کا ذہن پیدا کیا جائے اور بلوچستان کو زبردستی
ملک سے الگ کر کے سامراجی طاقتوں کی
جھولی میں ڈال دیا جائے، لیکن میں واشگاف
الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم ملک سے
الگ نہیں ہونگے بلکہ اگر ہمیں زبردستی
ملک سے الگ کرنے کی کوشش کی گئی
تو ہم ایسا کرنے والی طاقت کو ملک سے
بھگا کر دم لیں گے،، ـــــــ

گوجرانوالہ میں افطار پارٹی سے خطاب
کرتے ہوئے کہا کہ،

بلوچستان پاکستان کا ایک اہم حصہ ہے جسے
قدرت نے معدنی دولت سے مالا مال کر رکھا
ہے اور اس کا ساحل گرم پانی کی وجہ سے بیحد
اہمیت کا حامل ہے اس وجہ سے عالمی طاقتیں
للچائی ہوئی نظر سے اس خطہ کو دیکھ رہی ہیں

کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب
کرتے ہوئے کہا،
کہ ہم پاکستانی ہیں پاکستان کی سالمیت ہماری
سالمیت ہے اور ہم پاکستان سے علیحدگی کا
تصور بھی نہیں کر سکتے ـــــــ

رحیم یار خان میں اپنی زندگی کی آخری تقریر کرتے
ہوئے کہا،

بلوچستان کو پاکستان سے الگ کرنے کی کوئی
کوشش کامیاب نہیں ہوگی اور اگر ہمیں زبردستی
دھکیلا گیا تو سب سے پہلے میں اعلان کرتا
ہوں کہ بلوچستان کا نام پاکستان ہوگا،،

سید شمس الدین شہیدؒ کو شہید ہوئے چھ سال
کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن صوبائی اسمبلی کے
ڈپٹی سپیکر اور ایک سیاسی جماعت کے صوبائی
سربراہ کے قتل کا مقدمہ ابھی تک روز اول
سے آگے نہیں بڑھا، ـــــــ

صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت
نے بھٹو دور کے مظالم کی تحقیقات اور تلافی
کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں لیکن سید
شمس الدین شہیدؒ کا مظلوم خون ابھی تک
انصاف کے دروازے پر ایک سوالیہ نشان
کی حیثیت اختیار کئے ہوئے ہے،،

ہم صدر محترم سے گذارش کرینگے کہ سید
شمس الدین شہیدؒ کے قاتلوں کی گرفتاری اور
سانحہ قتل کے اسباب کی نقاب کشائی کیلئے
خصوصی اقدامات کئے جائیں، ـــــــ

بقیہ فن مصوری ....

ڈاکٹر محمود حسین مغلوں کی مصوری (نقاشی)
کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مغلوں کا فن مصوری
ان کے دور کی زندگی کی طرح روشن، ان کے
تخیل کی طرح رنگین، ان کے جذبات کی طرح
جوان، اور ان کی شاعری کی طرح مرصع ہے
بحوالہ فنون لطیفہ اور مسلمان

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

(۱) ادارہ کو رقم ارسال کرتے وقت وی، پی کی تاریخ ضرور درج کیجئے (۲) اپنا پتہ مکمل اور صاف صاف لکھیے۔ ڈاک خانہ و ضلع تحریر کیجئے (۳) مستقل خریدار اپنا خریداری نمبر ضرور لکھا کریں، اس کے بغیر تعمیل حکم مشکل ہے

(۴) پرچہ وصول نہ ہونے کی اطلاع اسی ہفتہ عشرہ میں دیں۔ تاکہ دوبارہ ارسال کیا جا سکے۔

(۵) اگر ایک ہفتے میں خط کا جواب نہیں ملا۔ یا حکم کی تعمیل نہیں ہوئی، تو سمجھئے کہ وہ محکمہ ڈاک کی "نوازشوں" کا شکار ہو گیا۔ لہذا دوبارہ لکھیے، جواب طلب امور کے لیے چالیس پیسے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرمایئے (۶) جو پرچہ وی، پی کے ساتھ ارسال کیا جاتا ہے۔ مدت خریداری اس شمارے سے تصور نہیں کی جائے گی بلکہ جس تاریخ کو زر سالانہ موصول ہوگا اس تاریخ سے مدت خریداری شروع ہوگی (۷) چٹ پر سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ ایسی صورت میں اگلے سال کی خریداری کے لیے زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کیجئے۔ بصورت دیگر پرچہ بذریعہ وی، پی ہی ارسال کیا جائے گا۔ جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔

(ادارہ)

****

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر یا کھاتہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں (ادارہ)

خدام الدین

کے پچیس سال خدمت دین کی درخشاں مثال

بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری

رئیس الادارہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

پرنٹر و پبلشر: میاں محمد اجمل قادری

مدیر: سعید الرحمن علوی
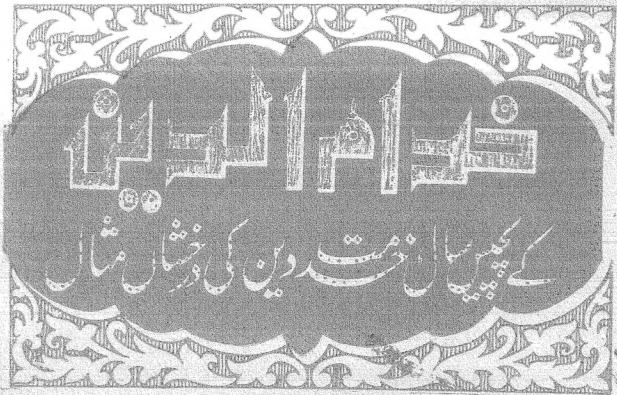
خدام الدین

ایشیا کا قدیم ترین کثیر الاشاعت دینی معیاری ہفت روزہ

ربع صدی سے روایتی آب و تاب کے ساتھ باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ "خدام الدین" فکر ولی اللّٰہی کا بے باک ترجمان جو اعلاء کلمۃ الحق کے فرائض بحسن و خوبی سرانجام دے رہا ہے "خدام الدین" کا ہر شمارہ مواد کے اعتبار سے خاص شمارہ ہوتا ہے۔ حالات حاضرہ پر بھرپور تبصرے، عصری مسائل کے محققانہ تجزیئے، بے لاگ جائزے، عبادات، معاشیات، اقتصادیات، تاریخ اور دیگر موضوعات پر تحقیقی مقالے شامل اشاعت کئے جاتے ہیں۔ خدام الدین میں درس حدیث، خطبہ جمعہ، مجلس ذکر ایسے مستقل عنوانات ہوتے ہیں، خواتین اور بچوں کے لیے مختص صفحات، اور قارئین کے لیے "باب المراسلات"۔

ان امتیازی خوبیوں کے علاوہ اعلیٰ کتابت و طباعت ۲۳ × ۳۳ سائز میں ۳۲ صفحات

قیمت فی پرچہ ایک روپیہ پچاس پیسے صرف

مستقل خریداروں کے لئے خصوصی رعایت	مدت خریداری	تعداد پرچہ	کل رقم	رعایتی	بچت
	سالانہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۸ روپے
	ششماہی	۲۶	۳۹ روپے	۳۰ روپے	۹ روپے

مزید رعایت

مدت خریداری میں جو خصوصی نمبر شائع ہوں گے سالانہ خریدار حضرات کو اسی قیمت میں دیئے جائیں گے کسی خصوصی نمبر کی علیحدہ قیمت وصول نہیں کی جائیگی

بدل اشتراک کی رقم بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام منیجر خدام الدین لاہور ارسال کریں۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

دنیا بھر میں دستیاب ہے

زر سالانہ بذریعہ رجسٹرڈ ہوائی ڈاک

- سعودی عرب، کویت، ایران، عراق، اردن، شام، نیپال، سری لنکا، ترکی، انڈونیشیا، الجزائر، لبنان ۱۶۰ روپے
- ابوظبی، دوبئی، قطر، مسقط، شارجہ، یمن، برما، افغانستان ۱۵۰ روپے
- مالدیپ، لکادیپ، بھارت ۱۵۵ روپے
- امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا ۱۹۵ روپے
- انگلستان، ناروے، اٹلی، ڈنمارک، ہالینڈ، لیبیا، کیمبوڈیا، لاؤس، یونان، تھائی لینڈ، ویت نام، چین، نائیجر، ہانگ کانگ، ملائیشیا، جاپان، سویڈن، فرانس، مغربی جرمنی، نیوزی لینڈ، افریقہ اور بنگلہ دیش ۱۷۵ روپے۔

طریق کار: مستقل سالانہ خریدار بننے کے لیے اس ملک کے لیے زر سالانہ کی مقررکردہ رقم کسی بھی ایسے بنک کے ذریعہ جس کی شاخ لاہور میں موجود ہو بذریعہ بنک ڈرافٹ "منیجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور" کے نام ارسال فرمائیں۔ چیک چونکہ ملکی ہو یا بیرونی وصول نہیں کیئے جائینگے البتہ پاکستان میں رہائش پذیر کسی عزیز کی وساطت سے رقم ارسال کی جا سکتی ہے۔

احسان الواحد سرکولیشن منیجر ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور پاکستان